إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب و سنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی

سہ ماہی مجلہ

# المکرم

بیاد
شیخ الحدیث و التفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

**نگران: حافظ اسعد محمود سلفی**
**مدیر: محمد عظیم حاصل پوری**

7
اکتوبر، نومبر، دسمبر 2010ء
شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ

- شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ
- اقامت صلاۃ اور ہماری زبوں حالی
- اک کتاب ایسی بھی ہے۔۔۔!
- اسلامی معاشرے کے اوصاف
- نماز وتر کے احکام

ناشر: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلہ

کتاب و سنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی

# المکرم

7

شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ
اکتوبر، نومبر، دسمبر 2010ء

**مدیر**
محمد عظیم حاصلپوری

**معاون**
مجیب الرحمٰن سیاف

**سرپرست**
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا

**نگران اعلیٰ**
حافظ اسعد محمود سلفی

**بیاد**
شیخ الحدیث و التفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

## مجلس ادارت

شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
طلبا جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا

## فہرس

| | | |
|---|---|---|
| درس قرآن | الشیخ عبد الوحید ساجد | ۲ |
| درس حدیث | محمد مالک بھنڈر | ۳ |
| احکام و مسائل | محدث عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ | ۴ |
| مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ | عبدالرشید عراقی | ۸ |
| اک کتاب ایسی بھی ہے....! | ایم عمر فاروق ایم اے | ۲۶ |
| اقامت صلاۃ اور ہماری زبوں حالی | محمد رفیق طاہر ملتان | ۳۹ |
| نماز وتر کے احکام | ابن بشیر الحسینوی | ۵۰ |
| تفسیر القرآن (سوالا جوالا) | محمد عظیم حاصلپوری | ۵۶ |
| چند مسلمان بچے | رحمت اللہ شاکر | ۶۰ |
| بزرگوں کی باتیں | ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری | ۶۳ |
| آداب طعام | عزیز الرحمٰن | ۶۶ |
| اسلامی معاشرہ کے اوصاف | محمد عثمان مدنی | ۶۹ |
| دعائے رسول پانے والے | ابوعبدالرحمٰن حاصل پوری | ۷۲ |
| بچوں کی دنیا | طلباء جامعہ ھذا | ۷۴ |

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

**خط و کتابت**
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مُکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
0301-6131916/055-3846592
Hasalpuri@gmail.com

زرتعاون ——— 20 روپے

سرکولیشن مینجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441

www.Asslafia.co.cc

## درس قرآن

# اللہ کے ذکر سے غفلت خسارے کا باعث ہے

**الشیخ عبد الوحید ساجد**

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں“[المنافقون:٩]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو زیادہ سے زیادہ اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع کر دیا ہے کہ مال و اولاد جو دنیا کی زینت ہے اسی میں مگن ہو کر رہ جائیں کیونکہ جو دنیا کی زندگی اسکی رونق و بہجت کو ہی مطمح نظر بنائے رکھے اور اپنے رب کی اطاعت و ذکر سے غافل ہو جائے تو آخرت کا خسارہ اسکا مقدر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اجر و ثواب کا باعث اور مال و اولاد کی محبت فتنہ کا سبب ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾[سورة التغابن:١٤] ”تمھارے مال اور اولاد تو محض آزمائش ہیں اور جو اللہ تعالیٰ ہے اسکے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ذکر چھوڑ کر دنیا کے پیچھے لگے رہنا سراسر گھاٹے کا سودا ہے اور عذاب کا باعث بھی۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ، كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ، ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ، كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ، لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ، ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ، ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ ”تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لوگے۔ کاش! تم جان لیتے یقین کا جاننا کہ یقیناً تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر یقیناً تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لوگے۔ پھر یقیناً تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔“ [سورة التكاثر:١، ٨]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾[سورة احزاب:٤١]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کیا کرو اور صبح و شام تسبیح کیا کرو۔“

# فرمانِ نبوی ﷺ حج کی فضیلت

محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ھذا)

[عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ] صحیح البخاری، الحج، باب فضل الحج المبرور

”ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش اور بیہودہ بات نہیں کی اور نہ ہی اللہ کی نافرمانی کی تو وہ اسطرح (پاک ہوکر) لوٹتا ہے جیسے آج ہی اسکی ماں نے اسے جنا ہے۔“

**رفث:** کے اصل معنی ہیں جماع کرنا یہاں مراد فحش گوئی اور بیہودگی اور بیوی سے زبان سے جنسی خواہش کی آرزو کرنا ہے دوران حج چونکہ بیوی سے ہمبستری ممنوع ہے اس لیے اس موضوع پر بیوی سے گفتگو اور دل لگی کی باتیں کرنا بھی ناپسندیدہ ہیں۔

**فسق:** سے مراد اللہ کی نافرمانی اور لوگوں سے لڑائی جھگڑا ہے۔ ایام حج میں بالخصوص ان سے بھی اجتناب ضروری ہے مذکورہ پابندیوں کیساتھ کیے گئے حج کی فضیلت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔ یاد رہے کہ حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں خالص توبہ اور ادائیگی حقوق کے بغیر معاف نہیں ہوں گی۔

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ:

”آپ ﷺ سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور۔“

صحیح البخاری، الایمان، باب من قال ان الایمان هو العمل

حج بھی افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے بشرطیکہ اخلاص کیساتھ ہو اور رزق حلال ہو اور طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسا ہو اور عقیدہ توحید والا ہو اور نافرمانی نہ ہو۔

بقیہ صفحہ نمبر ۷

# احکام و مسائل

### محدث عبداللہ امرتسری روپڑی رحمہ اللہ

محدث عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ سے پوچھے گئے چند سوالات کے جوابات جو فتاویٰ اہل حدیث جلد۲ میں شائع ہوتے رہے ہیں (ادارہ)

**سوال**: چمڑا قربانی بصورت چمڑا (کھال) ادا کرنا ضروری ہے۔ یا فروخت کرکے اس کی قیمت بھی ادا ہو سکتی ہے....؟

**جواب**: دونوں طرح جائز ہے۔ بہتر صورت وہ ہے جو مساکین کے حق میں بہتر ہو کیونکہ صدقہ کی غرض مساکین کو فائدہ پہنچانا ہے۔

**سوال**: قربانی کا جانور ادھار لیکر قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں...؟

**جواب**: ادھار قربانی کا کوئی حرج نہیں۔ جیسے اور ضرورتیں انسان ادھار سے پوری کرتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک ضرورت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بڑے بڑے دینی کام ادھارے سے پورے کئے ہیں۔

مشکوٰۃ باب الافلاس میں ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے چالیس ہزار قرض اٹھایا۔ اور مشکوٰۃ باب الربا میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو اونٹوں کی ضرورت ہوئی تو ایک ایک اونٹ دو دو کے عوض لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دینی ضرورتوں کیوجہ سے بڑے مقروض ہو گئے تھے۔ چنانچہ فتح الباری میں انکی شہادت کے واقعہ میں مذکور ہے۔

قربانی تو ایک معمولی ادھار ہے۔ اسمیں کیا حرج ہے۔ ہاں اگر ادھار لینے کے بعد اپنے قرض خواہ کو تنگ کرے اور وقت مقررہ پر ادا کرنے میں سستی کرے تو اس سے عبادت کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس لئے جو قرض نیک کام کیلئے لیا جائے اسکی ادائیگی میں خصوصیت سے احتیاط چاہیئے۔

**سوال** : کتنے دن قربانی ہوسکتی ہے؟ بادلائل بیان فرمائیں۔

**جواب** :قربانی دس، گیارہ، بارہ، تیرہ چار دن ہیں منتقیٰ میں ہے۔

**عن سلیمان بن موسی عن جبیر بن مطعم عن النبی ﷺ ((کُلُّ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ ذَبْحٌ))رواه احمد وهو للدار قطنی من حدیث سلیمان بن موسیٰ عن عمرو بن دینار وعن نافع بن جبیر عن النبی ﷺ نحوهٗ.**

”سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ: تمام کے تمام دن تشریق کے دن قربانی کے ہیں۔ اور یہ حدیث دارقطنی میں سلیمان بن موسیٰ نے عمرو بن دینار سے اور نافع بن جبیر سے انہوں نے جبیر سے اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے اسطرح کی حدیث بیان کی ہے۔“

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں اور عید کے دن کے علاوہ گیارہ، بارہ ،تیرا تین دن ہیں۔ تو گویا قربانی تیرا تاریخ تک جائز ہے۔ اس حدیث کے متعلق خیرالمدارس کے مفتی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کے ثبوت میں بحوالہ نیل الاوطار علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی ہے۔ ”لا یثبت وصلہ“ یعنی اس حدیث کا موصول ہونا ثابت نہیں ،مگر مفتی صاحب نے یہاں خیانت کی ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی جرح تو نقل کر دی مگر اس کا جواب نقل نہیں کیا، امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

**ویجاب عنه بان ابن حبان وصله و ذکره فی صحیحه کما سلف**

اس کا جواب یہ کہ ابن حبان نے اس حدیث کو موصول ذکر کیا ہے اور اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زادالمعاد جلد اول میں تیرہویں تاریخ کو قربانی کے جواز کی ایک وجہ یہ لکھی ہے، کہ حدیث ادخار (جس میں تین دن سے زیادہ گوشت کا ذخیرہ کرنا منع تھا) سے تیرہویں تاریخ کو ذخیرہ ثابت ہوگیا۔ تو تیرہویں کی قربانی کی ممانعت بھی نہ رہی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی اس کا مؤید ہے، کہ قربانی کا دن عید کا دن ہے اور تین دن اس کے بعد ہیں۔ حسن بصری، عطاء بن

ابی رباح، امام اوزاعی، امام شافعی ؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جبیر بن مطعم ؓ کی حدیث قابل عمل ہے۔ خاص کر جب اس کے راوی ابن جریج بھی ہیں جو نہایت ثقہ ہیں اور ابن قیم ؒ نے لکھا ہے کہ منیٰ کے دنوں میں قربانی کا مسئلہ دو مختلف سندوں سے مروی ہے جو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔ ایک جبیر بن مطعم ؓ کی روایت ہے اور دوسری اسامہ بن زید ؓ کی روایت ہے جو بالواسطہ عطاء جابر سے روایت ہے، تو گویا جبیر بن مطعم ؓ کی حدیث کو جابر ؓ کی حدیث سے بھی تقویت پہنچ گئی۔ پس یہ مسئلہ پختہ ہو گیا کہ تیرہویں تک قربانی جائز ہے۔

**سوال**: کیا بھینسا (کٹا) قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

**جواب**: قرآن مجید پارہ ۸ رکوع ۴ میں ہے۔ **بهيمة الانعام** کی چار قسمیں کی گئی ہیں۔ دنبہ، بکری، اونٹ، گائے، بھینس ان چار میں نہیں، اور قربانی کے متعلق حکم ہے۔ **بهيمة الانعام** سے ہو۔ اس بنا پر بھینس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھینس کا حکم گائے والا ہے۔ جیسے گائے تیس راس ہو جائیں اور وہ باہر چرتی ہوں، انکا چارہ قیمتاً نہ ہو، ان میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی، اسطرح بھینس میں جب انکی گنتی تیس ہو، وہ باہر چرتی ہوں انکا چارہ قیمتاً نہ ہو تو ایک سال کا بچہ یا بچی زکوٰۃ ہے۔ موطا امام مالك، باب ماجاء فى صدقة البقره

یاد رہے کہ بعض مسائل احتیاط کے لحاظ سے دو جہتوں والے ہوتے ہیں، اور عمل احتیاط پر کرنا پڑتا ہے۔ ام المومنین سودہ ؓ کے والد زمعہ کی لونڈی سے زمانہ جاہلیت میں عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا، لڑکا پیدا ہوا جو اپنی والدہ کے پاس پرورش پاتا رہا۔ زانی مر گیا اور اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کر گیا کہ زمعہ کی لونڈی کا لڑکا میرا ہے اسکو اپنے قبضہ میں کر لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص نے اس لڑکے کو پکڑ لیا اور کہا یہ میرا بھتیجا ہے۔ زمعہ کے بیٹے نے کہا یہ میرے باپ کا بیٹا ہے لہٰذا میرا بھائی ہے۔ اسکو میں لوں گا۔

مقدمہ دربار نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ))

”یعنی اولاد بیوی والے کی ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں یعنی وہ ناکام ہے اور اسکا حکم سنگسار کیا جانا ہے۔“

مشکوٰۃ باب اللعان فصل اول

بچہ سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے حوالے کر دیا جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھی بھائی بن گیا۔ لیکن سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا: اس سے پردہ کرے کیونکہ اسکی شکل وصورت زانی سے ملتی تھی جس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ زانی کے نطفہ سے ہے۔

اس مسئلہ میں شکل صورت کے لحاظ سے تو پردہ کا حکم ہوا اور جس گھر میں پیدا ہوا اسکے لحاظ سے اسکا بیٹا بنا دیا۔ گویا احتیاط کی جانب کو ملحوظ رکھا۔ ایسا ہی بھینس کا معاملہ ہے۔ اس میں بھی دونوں جہتوں میں احتیاط پر عمل ہوگا۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں احتیاط ہے اور قربانی نہ کرنے میں احتیاط ہے۔ اس بنا پر بھینسے کی قربانی جائز نہیں، اور بعض نے یہ جو لکھا ہے (الجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقر) یعنی بھینس گائے کی قسم ہے یہ بھی اسی زکوٰۃ کے لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بھینس دوسری جنس ہے۔

* * *

بقیہ صفحہ نمبر ۳

حج مبرور کا معنی ہے کہ مقبول جس میں حاجی اللہ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے اور حج کے بعد اعمال صالحہ میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر کوشش کرے۔

حج ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور اس پر فرض ہے جو مالی اور جسمانی طور پر صاحب استطاعت ہوگا اور صاحب استطاعت پر حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے کفر سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے اس جرم کی برائی واضح ہے اور احادیث میں بھی اس پر سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنائت فرمائے۔ آمین

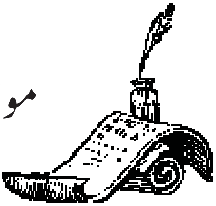

# شیخ الاسلام

## مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

از:......عبدالرشید عراقی

کسی مذہبی رہنما یا کسی سیاسی لیڈر کی سوانح حیات مرتب کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس نے جو عظیم دینی، مذہبی، ملی وقومی، اصلاحی اور سیاسی خدمات اپنی زندگی میں انجام دیں، ان کی واضح تصویر عوام کے سامنے لائی جائے اور نئی نسلیں ماضی میں اپنے اسلاف کے حیات آفریں کارناموں سے واقفیت حاصل کر کے اپنے مستقبل کے لیے ایک ٹھوس لائحہ عمل اختیار کریں۔ جب ہم کسی ہمہ گیر شخصیت کے حالات اور اس کے کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو اچانک پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے، یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم کسی قوم کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیں تو اس وقت اس قوم کی اہم شخصیات ایک ایک کر کے سطح ذہن پر آجاتی ہیں، اسی طرح ملتوں اور جماعتوں کی تاریخ کا حال ہے۔

جب ہم تاریخ دیوبند پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً ہمارے سامنے مولانا محمود الحسن، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔ جب ہم علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی کا تذکرہ کریں گے تو دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مکمل تاریخ ہمارے سامنے آجائے گی۔ جب ہم **ندوۃ المصنفین** دہلی کے علمی کارناموں کو اپنے سامنے لائیں گے تو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی علمی ودینی خدمات کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ جب جماعت اسلامی کا تذکرہ آئے گا تو مولانا سید مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ مجلس خلافت کی جب تاریخ بیان کی جائے گی تو مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی مساعی اور خدمات جلیلہ کا خاکہ نظروں میں آجانا ضروری ہے۔ جب جامعہ ملیہ دہلی کی عظیم دینی وعلمی خدمات کا ذکر کیا جائے گا تو مولانا محمد علی، مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے نام نظروں کے سامنے آجائیں گے۔ جب مجلس احرار پنجاب کا تذکرہ کیا جائے گا تو مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ

حسام الدین سامنے آجاتے ہیں۔ اسی طرح مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اور حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہم کا نام سنتے ہی فوراً جماعت اہل حدیث کا ایک عریض و بسیط نقشہ سامنے آجاتا ہے اور ساتھ ہی مسلک و جماعت اہل حدیث سے وابستہ اکابرین سلف کی طویل تاریخ اور ان کی بے لوث دینی و علمی، مذہبی، قومی و ملی اور سیاسی خدمات کا گویا اُمڈتا ہوا سیلاب ذہن تصور میں آجاتا ہے اور کچھ دیر کے لیے انسان خاموش تصورات کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ: وہ لوگ کہاں چلے گئے ہیں

تاریخ اہل حدیث کا ایک معتدبہ حصہ شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی دینی، مذہبی، علمی، ادبی، تصنیفی، ملی وقومی اور سیاسی خدمات کا رہین منت ہے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، آپ کی خدمات امت مسلمہ کے لیے منفرد و ممیّز ہیں۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث دوراں، مؤرخ، محقق، دانشور، نقاد، مبصر، ادیب، خطیب، مقرر، معلم و متکلم، صحافی اور بہت بڑے سیاستدان اور مصلح تھے، اور فن مناظرہ میں تو امام تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات چودھویں صدی ہجری میں بے مثال و بے نظیر تھی۔ ایسی باکمال ہستیاں گاہے بگاہے پردۂ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ آپ علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا امرتسری برصغیر (پاک و ہند) کے یگانہ روزگار اور فقید المثال فرزند توحید تھے۔ اسلامی محاذ پر آپ ہی کی ہستی سپہ سالار کے روپ میں نمایاں ہوتی تھی اور مذہبی اسٹیج پر آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اسلام اور کفر کے تصادم، نور و ظلمت کی آویزش، اور حق و باطل کے معرکہ میں آپ ہی کی فتح یابی و کامرانی کا ڈنکا بجا کرتا تھا۔

آپ مجاہد وقت بھی تھے اور مرد مومن بھی۔ غرضیکہ بہت سی خوبیاں تھی آپ کی ذات گرامی میں۔ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء میں دینی علوم سے فراغت پائی اور

اپنی علمی زندگی کا آغاز دینی علوم کی تدریس سے کیا۔ مدرسہ تائید الاسلام امرتسر سے آپ نے دینی علوم کا آغاز کیا تھا اور فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا امرتسری جب علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد واپس امرتسر تشریف لائے تو اس وقت ملک میں تین گروہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سرگرم عمل تھے: ۱۔ عیسائی ۲۔ آریہ
۳۔ قادیانی

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

کان پور سے فارغ ہوتے ہی اپنے وطن پنجاب پہنچا۔ مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب درسیہ نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا۔ طبیعت میں تجسس زیادہ تھا۔ اس لیے ادھر ادھر ماحول کے مذہبی حالات دریافت کرنے میں مشغول تھا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ انھی دنوں قریب میں قادیانی تحریک پیدا ہو چکی تھی، جس کا شہرہ ملک میں پھیل چکا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اسکے دفاع کے علمبردار مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانے میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی۔ اس لیے تدریس کے علاوہ ان تینوں (عیسائی، آریہ، قادیانی) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا۔ شاید اس لیے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہوگی۔ جس کی بابت مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے:

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

(اہل حدیث امرتسر، ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء)

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ان تینوں مخالف اسلام گروہوں کے خلاف جو تحریری خدمات انجام دیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ تردید عیسائیت: ۹
۲۔ تردید آریہ: ۵۰
۳۔ تردید قادیانیت: ۴۱

## تردید عیسائیت:

عیسائیت کی تردید میں مولانا امرتسری کی تصانیف کی تعداد نو (۹) ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''دوران تلاش میں سب سے پہلی قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف ''عدم ضرورتِ قرآن'' نظر آئی۔ جس کے جواب میں مَیں نے کتاب ''تقابل ثلاثہ'' (توراۃ، انجیل، قرآن کا مقابلہ) لکھی، جو ملک میں شائع شدہ ہے۔ عیسائیوں کی کتاب ''عدم ضرورتِ قرآن'' کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں انکے جواب میں لکھیں، جن کے مجموعے کا نام ''جوابات نصاریٰ'' ہے۔ سب سے آخر میں عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے: ''اسلام اور مسیحیت'' عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

- ۱ عالم گیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت؟
- ۲ دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت؟
- ۳ أصول البيان في توضيح القرآن.

ان تینوں کتابوں کے جواب میں ''اسلام اور مسیحیت''، لکھی گئی اور شائع ہوئی۔ جس نے اسلامی جرائد سے خراج تحسین حاصل کیا۔'' (اہلحدیث امرتسر، ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء)

تردید عیسائیت میں مولانا امرتسری رحمہ اللہ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱۔ تقابل ثلاثہ ۲۔ توحید، تثلیث اور راہ نجات ۳۔ جوابات نصاریٰ
۴۔ مناظرہ الہ آباد ۵۔ اسلام اور مسیحیت ۶۔ تفسیر سورۃ یوسف اور تحریف
بائبل ۷۔ کلمہ طیبہ ۸۔ اسلام اور پالیٹکس ۹۔ اسلام اور برٹش لاء

### تردید آریہ

تردید آریہ سماج میں مولانا امرتسری نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تعداد پچاس (۵۰) ہے۔ اس بارے میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

‘‘اسی اثنا میں آریوں نے کتاب ‘‘ستیارتھ پرکاش’’ کا اردو ترجمہ شائع کیا، جس کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ (۱۵۹) اعتراض ہیں۔ ہر ایک اعتراض کے ضمن میں کئی کئی اعتراض ہیں۔ کتاب ‘‘ستیارتھ پرکاش’’ کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا مکمل جواب دیا جائے۔ حسب قول حافظ شیرازی رحمہ اللہ:

‘‘قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند’’

‘‘میں نے اس کے جواب میں کتاب ‘‘حق پرکاش’’ لکھی، جو کہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقے کے کسی عالم نے ‘‘ستیارتھ پرکاش’’ کے جواب کے لیے قلم نہیں اٹھایا۔ **ذلك من فضل الله !**

‘‘اس کے بعد ایک مسلم عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) نے رسالہ ‘‘ترک اسلام’’ لکھا۔ اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بہت بے چینی ہوئی، میں نے فوراً اس کا جواب ‘‘تُرک اسلام’’ شائع کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت ہوئی، جتنی جون میں افطار کے وقت ہوتی ہے۔ (خدا قبول کرے) اس کے بعد آریہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی، جس کا نام ‘‘کتاب اللہ وید ہے یا قرآن؟’’ اس کے جواب میں مَیں نے ‘‘**کتاب الرحمن** ’’لکھی۔ ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ آریوں نے ‘‘رنگیلہ رسول’’ کے نام سے ایک کتاب شائع کی، جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کیے گئے، جس کی وجہ سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ گئی۔ متوالے پھرتے تھے کہ یہ کیا اندھیرا ہے کہ ذات اقدس صفات پر ایسے حملے ہو رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ کوئی عالم جواب نہیں دیتا؟

بقول ع بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

‘‘اسکے جواب میں مَیں نے ‘‘مقدس رسول’’ لکھی۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ بھی ایسا مقبول ہوا کہ اس کے بعد کسی عالم نے ‘‘رنگیلا رسول’’ کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا، کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی، نہ آریوں نے اس کا جواب الجواب دیا۔’’ (اہل حدیث امرتسر، ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء)

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے آریوں کی تردید میں جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ حق پرکاش، ۲۔ کتاب الرحمٰن، ۳۔ تُرک اسلام، ۴۔ حدوث وید، ۵۔ مباحثہ دیوریا، ۶۔ شادی بیوگان اور نیوگ، ۷۔ حدوث دنیا، ۸۔ الہام، ۹۔ **رکوب السفینة في مباحثة النگینه**، ۱۰۔ سوامی دیانند کا علم وعقل، ۱۱۔ نماز اربعہ، ۱۲۔ **تغلیب الإسلام** (۴ جلد)، ۱۳۔ **القرآن العظیم**، ۱۴۔ مرقع دیانندی، ۱۵۔ **رجم الشیاطین بجواب أساطیر الأولین**، ۱۶۔ تبرا اسلام، ۱۷۔ بحث تناسخ، ۱۸۔ ثمرات تناسخ، ۱۹۔ قرآن اور دیگر کتب، ۲۰۔ جہاد وید، ۲۱۔ باعث سرور در مباحثہ جبل پور، ۲۲۔ فتح اسلام یعنی مناظرہ خورجہ، ۲۳۔ محمد رشی، ۲۴۔ الہامی کتاب، ۲۵۔ مقدس رسول، ۲۶۔ ثنائی پاکٹ بک، ۲۷۔ نکاح آریہ، ۲۸۔ اصول آریہ، ۲۹۔ ہندوستان کے دو ریفارمر، ۳۰۔ تحریف آریہ، ۳۱۔ مجموعہ رسائل بوید و قرآن، ۳۲۔ تعلیم الاسلام، ۳۳۔ **الفوز العظیم**، ۳۴۔ آریوں کے علماء سے ۲۵ سوالات اور ان کے فوری جوابات، ۳۵۔ ہندو آریہ اور مولانا امرتسری، ۳۶۔ مباحثہ ناہن، ۳۷۔ اظہار حق، ۳۸۔ ایشور بھگتی، ۳۹۔ مباحثہ گوشت خوری، ۴۰۔ کتاب رواح، ۴۱۔ آریہ دھرم کا فوٹو، ۴۲۔ حدوث مادہ، ۴۳۔ ثبوت قربانی گاؤ، ۴۴۔ وید کا بھید، ۴۵۔ وید اور سوامی دیانند، ۴۶۔ شدھی توڑ، ۴۷۔ ابدی نجات، ۴۸۔ ویدک ایشور کی حقیقت، ۴۹۔ اخبار مسلمان۔

## تردید قادیانیت:

قادیانی تحریک کے خلاف مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کی خدمات جلیلہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے قادیانی فرقہ کے بانی کو اتنا زچ کیا کہ اس نے تنگ آکر ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا، جس کا عنوان تھا: ”مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ“ اس میں مرزا قادیانی نے لکھا:

”مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا۔ میرے قلعے کو گرانا چاہا وغیرہ، اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں کسی وبائی بیماری سے ہلاک ہو جائے“۔

کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا مرزا صاحب کے منہ سے نکلی اور اس اشتہار کے ایک سال، ایک ماہ اور بارہ دن بعد مرزا صاحب لاہور میں اپنے میزبان کے بیت الخلاء میں ہیضہ کی بیماری سے دم توڑ گئے۔

(تاریخ وفات: ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ نے ۴۰ سال بعد پندرہ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں رحلت فرمائی۔

قادیانی تحریک کے بارے میں مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

’’میری تصانیف جو قادیان کے متعلق ہیں، ان کی تفصیل لکھوں، تو ناظرین کے لیے ملال خاطر کا خطرہ ہے۔ اس لیے مختصر طور پر بتلاتا ہوں کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود اس کا شمار یاد نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں، قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا ثبوت خود مرزا صاحب بانی تحریک قادیان کی اس تحریر سے ملتا ہے جو انہوں نے پندرہ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی۔ جس کا عنوان تھا: ’’مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ‘‘، اس کے شروع میں میری نسبت جو خاص گلہ وشکایت کی گئی ہے وہ خصوصاً قابل دید وشنید ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا: ’’مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا، میرے قلعے کو گرانا چاہا وغیرہ، اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔ کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا ان کے منہ اور قلم سے نکلی اور قبولیت اسے لینے آئی۔ آج قادیان کی بستی میں ادھر ادھر دیکھو تو رونق بہت پاؤ گے، مگر ایسی کہ دیکھنے والا اہل قادیان کو مخاطب کر کے داغ مرحوم کا شعر سنائے گا:

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
آج وہ خانہ خراب ہم کو بہت یاد آیا

(اہل حدیث امرتسر، ۲۲ جون ۱۹۴۲ء)

مولانا امرتسری مرحوم نے قادیانی تحریک کے خلاف جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ الہامات مرزا مع حصہ جواب حق نما
۲۔ ہفوات مرزا
۳۔ صحیفہ محبوبیہ
۴۔ فاتح قادیاں
۵۔ آفة الله
۶۔ فتح ربانی درمباحثہ قادیانی
۷۔ عقائد مرزا
۸۔ مرقع قادیانی
۹۔ چیستان مرزا
۱۰۔ فرار قادیاں
۱۱۔ فسخ نکاح مرزائیاں
۱۲۔ نکاح مرزا
۱۳۔ تاریخ مرزا
۱۴۔ شاہ انگلستان اور مرزائے قادیان
۱۵۔ عجائبات مرزا

۱۶۔ قادیانی مباحثہ دکن ۱۷۔شہادات مرزا ۱۸۔نکات مرزا

۱۹۔ ہندستان کے دو ریفارمر ۲۰۔محمد قادیانی ۲۱۔مراق مرزا

۲۲۔تعلیمات مرزا ۲۳۔فیصلہ مرزا ۲۴۔تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار

۲۵۔علم کلام مرزا ۲۶۔بہاء اللہ اور مرزا ۲۷۔عشرہ کاملہ

۲۸۔اباطیل مرزا ۲۹۔تحفہ احمدیہ ۳۰۔مکالمہ احمدیہ

۳۱۔**بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر** ۳۲۔لیکھرام اور مرزا ۳۳۔رسائل اعجازیہ

۳۴۔ناقابل مصنف مرزا ۳۵۔ محمود مصلح موعود ۳۶۔تحفہ مرزائیہ

۳۷۔ثنائی پاکٹ بک ۳۸۔تفسیر ثنائی ۳۹۔قادیانی نبی کی تحریر فیصلہ کن ہے یا میرا حلف؟ ۴۰۔ضرورت مسیح ۴۱۔تفسیر بالرائے (جلد اول)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ مرحوم کی قادیانی تحریک کے خلاف خدمات جلیلہ کا اعتراف مولانا ظفر علی خان مرحوم نے درج ذیل شعر میں کیا ہے:

خدا سمجھائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

## تفسیری خدمات:

علم تفسیر سے متعلق مولانا محمد عزیر سلفی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:.

> ’’اسلامی علوم وفنون کی تاریخ پر جن حضرات کی نظر ہے، وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ علم تفسیر اپنی عظمت شان، جلالت و وسعت اور جامعیت کے اعتبار سے تمام علوم میں ممتاز ہے۔ اس فن میں دور صحابہ سے لے کر آج تک مختلف نقطہ ہائے نگاہ کے مطابق بے شمار اہل علم نے متعدد زبانوں میں جو کتابیں لکھیں، ان کی تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے‘‘۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی اپنی کتاب ’’**الثقافة الإسلامية في الهند** ‘‘میں لکھتے ہیں:

> ’’ہندوستان کے علماء نے بلاشبہ اس فن (تفسیر) پر ایک اچھا خاصہ کتب خانہ تیار کر دیا ہے‘‘۔

دور حاضر میں جن علمائے کرام کی کتب تفسیر کو خاص اہمیت حاصل ہے، ان میں سے شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری قابل ذکر ہیں۔

مولانا امرتسری اپنی تفسیری خدمات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

> ''یوں تو میری سب تصنیفات قرآن ہی کی خدمت میں ہیں، مگر خاص تفسیر نویسی سے بھی غافل نہیں رہا۔ روزانہ درس قرآن کے علاوہ پہلے میں نے ''تفسیر ثنائی'' غیر مسبوق طرز پر لکھی، جو آٹھ جلدوں میں ختم ہو کر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بلکہ ساتھ ساتھ ''**تفسیر القرآن بکلام الرحمن** '' (عربی) لکھی، جس کی ملک میں خاص شہرت ہے۔ تیسری تفسیر موسومہ ''**بیان الفرقان علی علم البیان** '' (عربی) لکھنی شروع کی، جس کا ایک حصہ سورہ بقرہ تک شائع ہو چکا ہے۔ تفسیر کے متعلق چوتھی کتاب موسومہ ''تفسیر بالرائے'' (اردو) لکھی، اس میں تفسیر بالرائے کے معنی بتا کر مروجہ تفاسیر وتراجم قرآن قادیانی، چکڑالوی، بریلوی اور شیعہ وغیرہ کی اغلاط بتلا کر ان کی اصلاح کی گئی، اس کا بھی ایک حصہ چھپ چکا ہے''۔ (اہل حدیث، امرتسر ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء)

تفاسیر قرآن اور قرآنی علوم سے متعلق مولانا امرتسری کی ۸ کتابوں کی تفصیل معلوم ہو سکی ہے:

① **تفسیر ثنائی**
② **تفسیر القرآن بکلام الرحمن (عربی)**
③ **آیات متشابہات**
④ **بیان الفرقان علی علم البیان (عربی)**
⑤ **تفسیر بالرأی**
⑥ **تشریح القرآن**
⑦ **برھان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر**
⑧ **تفسیر بالروایة**

## تفسیر ثنائی:

مولانا ثناء اللہ مرحوم اس تفسیر کی وجہ تالیف میں لکھتے ہیں:

''میں نے یہ تفسیر اس لیے لکھی ہے کہ اردو تفاسیر اس سے پہلے کسی قدر طویل ہیں، ان سے لوگ مستفید

نہیں ہو سکے۔ اس لیے ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے، تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔''

(تفسیر ثنائی: ۱/۳، طبع ثالث، ۱۹۳۳)

تفسیر کے شروع میں مولانا نے ایک جامع، علمی اور تحقیقی مقدمہ لکھا ہے، جس میں صاحبِ قرآن حضرت محمد e کی نبوت کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ مولانا امرتسری نے ترجمہ کے ساتھ آیات کی جو تفسیر لکھی ہے اس میں ربط آیات پر کافی توجہ کی ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''میرا طرز بیان پہلے اردو تفاسیر میں نہیں آیا، جس نے اختیار کیا وہ میرے بعد غالباً دیکھ کر کیا ہے''۔

ترجمہ اور تفسیر کے نیچے مولانا ثناء اللہ مرحوم نے بہت سے قیمتی حواشی بھی لکھے ہیں، جن میں قرآنی تعلیمات کی تشریح کی گئی ہے۔ آیات کے شان نزول کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ بہت سے طویل طویل حواشی میں مخالفین اسلام کے اعتراضات کا ٹھوس دلائل سے جواب دیا گیا ہے۔ ان حواشی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں جگہ جگہ سر سید احمد خان کی ''تفسیر القرآن'' پر بڑے مثبت انداز میں تفصیل سے تنقید کی گئی ہے اور ان کی نیچریت پر گرفت کی گئی ہے اور اس کے ساتھ مرزائے قادیان کی ہفوات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

## تفسیر القرآن بکلام الرحمن:

مولانا امرتسری نے یہ تفسیر عربی میں لکھی، اس میں آیات کی تفسیر آیات ہی سے کی ہے۔ قرآن کے مشکل الفاظ و عبارات کو قرآن ہی سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بقول علامہ سلیمان ندوی یہ غالباً اسلام میں پہلی تفسیر ہے جو اس اصول پر لکھی گئی ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تفسیر جلالین کی طرح اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مولانا امرتسری نے یہ تفسیر کیوں لکھی؟ اس کے متعلق مولانا تفسیر کے شروع میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ) ''علماء نے قرآن مجید کی مختلف انداز میں تفسیریں لکھیں ہیں۔ بعض نے احادیث و آثار سے استفادہ کیا ہے اور کچھ حضرات نے اپنی عقل کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ تمام حضرات اس پر متفق ہیں کہ

سب سے بہتر کلام اللہ کی تفسیر خود کلام ربانی سے کرنا ہے۔ چنانچہ میں نے اسی طرز کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔" (تفسیر القرآن بکلام الرحمن، ص:۲، طبع اول)

## ندوۃ العلماء کی تحریک میں شرکت:

۱۸۹۲ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مدرسہ فیض عام کان پور سے فراغت پائی اور اس مدرسہ کے چند فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کے موقع پر مولانا شبلی نعمانی اور چند دوسرے علمائے کرام نے ندوۃ العلماء کے قیام کا فیصلہ کیا۔

مولانا شبلی کے علاوہ جو علمائے کرام اس اجلاس میں حاضر تھے، ان میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں

۱ مولانا لطیف اللہ علی گڑھی
۲ مولانا محمد اشرف علی تھانوی
۳ مولانا خلیل احمد سہارنپوری
۴ مولانا احمد حسن کان پوری
۵ مولانا سید محمد علی مونگیری
۶ مولانا شاہ سلیمان پھلواری
۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری (جو اسی سال مدرسہ سے فارغ ہوئے تھے اور حاضر جلسہ علماء میں عمر میں سب سے چھوٹے تھے)

مولانا شبلی نعمانی کو ندوۃ العلماء کا معتمد تعلیم اور مولانا سید محمد علی مونگیری کو ناظم مقرر کیا گیا۔ ۱۹ جولائی ۱۹۱۳ء کو مولانا شبلی نعمانی نے معتمدی سے استعفیٰ دے دیا، جس پر طلبائے ندوہ نے ہڑتال کر دی کہ مولانا شبلی اپنا استعفیٰ واپس لیں، لیکن مولانا شبلی اس پر رضامند نہ ہوئے اور بدستور ایک رکن کی حیثیت سے خدمت کرتے رہنے کا وعدہ کیا۔ یہ ندوہ کی تاریخی ہڑتال تھی، جس نے سارے ملک کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اس وقت ملک کے تعلیم یافتہ حلقوں میں ایک زندہ اور سنجیدہ مسئلہ بن گیا۔

ملک کے اخبارات نے اس ہڑتال کو ایک قومی مسئلہ بنا دیا۔ اخبار ہمدرد (دہلی)، زمیندار لاہور، مسلم گزٹ لکھنو اور الہلال کلکتہ کے صفحات مولانا شبلی کی حمایت اور طلبائے ندوہ کی ہمدردی کے لیے وقف تھے۔ سب سے زیادہ جامع اور آتش ریز مقالات مولانا ابوالکلام آزاد کے تھے، جنہوں نے پورے ملک میں طوفان بپا کر دیا تھا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عالم اسلام کا سب سے بڑا حادثہ پیش آیا ہے اور ملت اسلامی کا عروج و ترقی ندوہ کی اصلاح پر موقوف ہے''۔

ندوہ کی ہڑتال کو ختم کرانے کے سلسلہ میں اپریل ۱۹۱۴ء کو لکھنو میں مجلس اصلاح ندوہ کی بنیاد پڑی، جس کی اس وقت کے بڑے بڑے مشاہیر علمائے کرام نے ممبری قبول کی۔ اس مجلس کے صدر مولانا سید نواب صدیق حسن خان رئیس بھوپال کے لخت جگر مولانا سید نواب علی حسن خان ناظم اور مولوی نظام الدین حسن سابق منصب دار بھوپال وحیدر آباد صدر قرار پائے۔ اس مجلس کی تائید میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبات میں جلسے منعقد ہوئے۔ آخر ندوہ کی ہڑتال کو ختم کرانے کے لیے مسیح الملک حکیم اجمل خان میدان میں آئے اور انہوں نے دہلی میں ایک مجلس مشاورت کی دعوت دی۔ چنانچہ ۱۰ مئی ۱۹۱۴ء کو دہلی میں شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی صدارت میں اصلاحی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں خواجہ غلام الثقلین، حکیم اجمل خان، مولانا ابوالکلام آزاد، صاحبزادہ آفتاب احمد خان، مرزا حیرت دہلوی، مولانا محمد علی سید جالب دہلوی، مولانا سید نواب علی حسن خان اور مولانا عبدالوہاب بہاری وغیرہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں ندوہ کی حمایت اور مخالفت میں تقریریں ہوئیں۔ اپنی اپنی روئدادیں سنائیں اور تجویزیں پیش کیں۔ بہر حال تقریروں کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور اس کمیٹی کے سپرد یہ کام سونپا گیا کہ وہ ندوہ کے لیے ایک دستور العمل بنائے، جس میں کسی کو بلا مشورہ اپنی رائے سے کاروائی کا موقع نہ ملے۔ کمیٹی کے ارکان یہ تھے:

① مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان

② مولانا ابوالکلام آزاد

③ مولانا محمد علی

④ مولانا نواب علی حسن خان

⑤ خواجہ غلام الثقلین

⑥ مولانا ثناء اللہ امرتسری

⑦ حکیم عبدالولی خان لکھنو

دستور بنانے کا کام پیرزادہ محمد حسین پنشنر جج دہلی کے سپرد ہوا، جنہوں نے چند دنوں میں دستور بنا کر کمیٹی کے سپرد کر دیا۔

## مجلس خلافت:

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے تحریک خلافت میں عملی شرکت کے ساتھ اس تحریک کو اپنی تحریروں سے بڑی تقویت پہنچائی۔ ۱۹۱۹ء میں جب تحریک خلافت کا پہلا ابتدائی جلسہ لکھنو میں منعقد ہوا، جس میں سارے ملک کے اکابر اور مشاہیر جمع تھے، اس میں بھی مولانا امرتسری نے شرکت کی تھی۔

## آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس:

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس متحدہ ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی باقاعدہ تنظیم تھی، جو ۱۹۰۶ء میں قائم ہوئی اور اس کی اولین آواز مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بلند کی۔ کانفرنس کا قیام صوبہ بہار کے شہر آرہ میں عمل میں آیا اور اس کے صرف دو عہدے دار منتخب کیے گئے۔ ایک صدر اور ایک ناظم اعلیٰ، صدر مولانا حافظ محدث غازی پوری، اور ناظم اعلیٰ مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو ملک میں متعارف کرانے کے لیے تین علمائے کرام پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے ارکان یہ تھے:

۱ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی۔
۲ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔
۳ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی۔

چنانچہ ان تینوں علمائے کرام نے پورے ملک کا دورہ کر کے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو متعارف کرایا۔ مولانا امرتسری تقسیم ملک ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے ناظم اعلیٰ رہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ امرتسر سے سرگودھا (پاکستان) تشریف لے آئے اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا شیرازہ بکھر گیا۔

## جمعیۃ العلماء کا قیام:

برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں ایک عرصہ دراز تک علمائے کرام بھی پیش پیش رہے اور انگریزوں کے خلاف علماء نے علم بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ برصغیر کی آزادی کے لیے نومبر ۱۹۱۹ء میں دہلی میں ”جمعیت

علماء ہند“ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام میں جن علمائے کرام نے دلچسپی لی، ان میں:

۱ مولانا عبدالباری فرنگی محلی
۲ مولانا مفتی کفایت اللہ
۳ مولانا احمد سعید
۴ مولانا ابوالکلام آزاد
۵ مولانا عبدالماجد بدایونی
۶ مولانا سید سلیمان ندوی
۷ مولانا آزاد سبحانی
۸ مولانا ثناء اللہ امرتسری

اور بہت سے علماء شامل تھے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اسلامیہ مسلم ہائی سکول امرتسر میں جمعیت علماء ہند کا پہلا جلسہ منعقد ہوا اور اس میں جلسہ کی صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کی۔ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے انعقاد جمعیت کی مختصر کیفیت بیان فرمائی۔ مولانا کفایت اللہ دہلوی نے جمعیت کے اغراض ومقاصد کا اجمالی خاکہ پیش کیا۔ اس کے بعد مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان نے تجویز پیش کی کہ اساسی اصول اور ضوابط کا مسودہ مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ مسیح الملک کی اس تجویز کی اکثر حضرات موجودین نے تائید کی اور پھر متفقہ طور پر اس کمیٹی کے لیے درج ذیل علماء کا انتخاب ہوا:

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا محمد اکرم خان اور مولانا منیر الزمان خان۔

## انجمن اہل حدیث پنجاب:

۱۹۲۰ء میں انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری منتخب ہوئے۔ یہ دونوں علمائے کرام پورے آٹھ سال اپنے اپنے منصب پر متمکن رہے۔ ۱۹۲۸ء کے انتخابات میں مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو صدر اور مولانا عبدالمجید سوہدروی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

## مؤتمر عالم اسلامی میں نمائندگی:

۱۹۲۶ء میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے حجاز فتح کیا، تو انہوں نے مکہ معظّمہ میں مؤتمر

عالم اسلامی کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ ہندوستان میں تین جماعتوں کو اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی گئی:

① مرکزی مجلس خلافت۔ ② جمعیۃ علمائے ہند۔ ③ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس۔

مجلس خلافت کے چار نمائندے تھے:

مولانا سید سلیمان ندوی (رئیس وفد) مولانا محمد علی جوہر

مولانا شوکت علی محمد شعیب قریشی۔

جمعیۃ علمائے ہند کے پانچ نمائندے تھے:

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (رئیس وفد)، مولانا شبیر احمد عثمانی،

مولانا احمد سعید دہلوی مولانا محمد عرفان، مولانا عبدالحلیم صدیقی

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے چار نمائندے تھے:

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (رئیس وفد) مولانا عبدالواحد غزنوی

مولانا سید اسماعیل غزنوی حافظ حمید اللہ دہلوی

یہ پہلی مؤتمر عالم اسلامی تھی جو سلطان عبدالعزیز نے مکہ معظّمہ میں منعقد کی اور اس میں تیرہ ممالک کے ستائیس نمائندوں نے شرکت کی۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مؤتمر عالم اسلامی میں شرکت کے بعد مؤتمر کی کاروائی اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع کی۔ رسالہ کا نام "سلطان ابن سعود، علی برادران اور مؤتمر" رکھا۔ سلطان ابن سعود نے حجاز پر قبضہ کرنے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ وہاں جو پختہ قبریں بنائی گئیں تھیں، ان سب کو مسمار کر دیا۔ سلطان کے اس اقدام سے ہندوستان میں علی برادران (مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی) نے بڑا شور مچایا اور سلطان ابن سعود کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا۔ وہ مخالفت میں تقریریں بھی کرتے تھے اور مولانا محمد علی اپنے اخبار ہمدرد میں مضامین بھی لکھتے تھے۔ دوسری طرف مولانا ظفر علی خان سلطان ابن سعود کی حمایت میں سامنے آئے۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں سلطان کی حمایت میں تقریروں کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے اخبار زمیندار میں بے شمار مقالات لکھے اور مولانا محمد علی کے

اعتراضات کو چھلنی کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد سلطان ابن سعود نے مکہ معظّمہ میں مؤتمر کا اجلاس طلب کیا، جس میں سلطان ابن سعود نے اعلان کیا کہ پختہ قبروں کا جواز کتاب وسنت سے ثابت کیا جائے تو میں ان کو دوبارہ بنوادوں گا، لیکن کوئی بھی اس کا جواز پیش نہ کر سکا۔ مولانا امرتسری کا یہ رسالہ ۱۹۲۶ء میں ۲۴ صفحات پر امرتسر سے شائع ہوا۔

## مسلم لیگ:

۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ میں ہندو، سکھ اور مسلمانوں کا ایک مشترکہ جلسہ عام ہوا۔ جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اس جلسہ پر انگریزی حکومت نے گولیوں کی بوچھاڑ کردی، جس میں سینکڑوں بے گناہ آدمی مارے گئے۔ حکومت کے اس اقدام کے خلاف امرتسر میں کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت مسیح الملک محمد اجمل خان نے کی اور صدر مجلس استقبالیہ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ آپ نے ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اہل حدیث، امرتسر (۹ جنوری ۱۹۲۰ء) میں شائع ہوا۔

## اعتراف عظمت:

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کے علمی تبحر، ذوق مطالعہ، وسعت معلومات اور انکی علمی ودینی اور قومی وملکی خدمات کا اعتراف برصغیر (پاک وہند) کے نامور علماء واہل قلم نے کیا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

’’مولانا ثناء اللہ ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے۔ خوش بیان مقرر تھے۔ متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔ مذہباً اہل حدیث تھے اور اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر تھے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا، اس کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیاز ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کردی‘‘۔

(یادرفتگان، ص: ۳۲۹، ۳۷۰)

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

’’حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم انیسویں صدی کے اواخر میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کو تمام فنون پر کافی عبور تھا اور بوقت ضرورت ان سے استفادہ فرماتے تھے۔ مناظرہ کے ساتھ خوش بیان مقرر تھے۔ مرحوم نے اسلام کی جو خدمات کی ہیں وہ میرے سامنے ہیں اور مسلک اہل حدیث کے لیے جو قربانیاں دی ہیں وہ میری نظر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ دے‘‘۔

(حیات ثنائی، ص:۱۱)

مؤرخ اہل حدیث مولانا اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:

’’مولانا ثناء اللہ مرحوم کی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر اور مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے انہوں نے اسلام کی جو اشاعت کی اور مسلک اہل حدیث کو جس انداز سے نکھار کر پیش کیا، اس میں ان کے زمانے کا کوئی حریف نہ تھا۔ آئندہ بھی ان کے پائے کا عالم پیدا نہیں ہو سکے گا، کیونکہ جس دور میں وہ پیدا ہوئے تھے وہ دور ختم ہو چکا ہے۔ نہ اب وہ دور آئے گا، نہ اس قسم کے مباحث ظہور میں آئیں گے اور نہ اس قابلیت کے عالم پیدا ہوں گے‘‘۔

(میاں فضل حق اور ان کی خدمات، ص:۲۳)

علامہ احسان الٰہی ظہیر فرمایا کرتے تھے کہ مولانا امرتسری اعاظم رجال میں سے تھے۔

## حالات زندگی:

مولانا ثناء اللہ ۱۸۶۸ء بمطابق ۱۲۸۷ھ کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز مولانا احمد اللہ رئیس امرتسر کے مدرسہ تائید الاسلام سے کیا۔ اسکے بعد آپ نے استاد پنجاب حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی، مولانا محمود الحسن دیوبندی، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا احمد حسن کان پوری سے مختلف علوم اسلامیہ میں اکتساب فیض کیا۔ فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے۔ نومبر ۱۹۰۳ء میں ہفت روزہ اخبار ’’اہل حدیث‘‘ جاری کیا، جو مسلسل ۴۴ سال تک دین اسلام اور کتاب وسنت کی اشاعت میں مصروف رہا۔

آپ ایک کامیاب مناظر اور مصنف تھے۔ تقریباً ایک سو اسّی (۱۸۰) کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور ادیان باطلہ کی تردید میں لکھیں۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور آپ امرتسر سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور سرگودھا میں رہائش اختیار کی۔ جہاں آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء بمطابق ۱۳۲۷ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

**إنالله وإنا إليه راجعون**

مولانا نور حسین گھرجاکھی نے آپ کی وفات پر ایک نظم لکھی تھی، جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

خدا کا نیک بندہ جب کوئی دنیا سے جاتا ہے
زمین وآسمان تو کیا عرش بھی کانپ جاتا ہے
وہ عالم تھا، مجاہد تھا، محدث تھا زمانے کا
مناظر تھا، مجاہد تھا، وہ سب عالموں میں اعلم تھا
غرض وہ قوم اپنی میں سپہ سالار اعظم تھا
زبان عربی واردو میں ہیں چار تفسیریں
خزینہ علم وحکمت کا، گل وگلزار تفسیریں
مفسر تھا کلام اللہ کا وہ محبوب سبحانی
وہ اپنے دور کا رازی وابن تیمیہ ثانی
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحر ہستی میں
بالآخر سو گیا آکر وہ سرگودھا کی بستی میں

## پانچ اچھی باتیں

وسیم شمس الدین گجر (کلاس: قاری احسان اللہ صاحب)

❁ دنیا میں عزت مال سے ہے اور آخرت میں عزت اعمال سے ہے۔

❁ طاقتور وہ ہے جو غصے کو پی جائے۔ ❁ عقلمند وہ ہے جو میانہ روی اختیار کرے۔

❁ ناکامی سے مت گھبراؤ یہی تمہارے عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔

❁ وقت کے گزرنے کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس سے بہت آگے نکل جائے۔

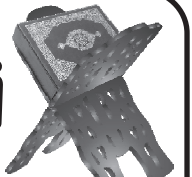

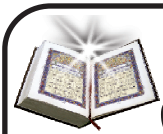

پہلی قسط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اک کتاب ایسی بھی ھے....!

ایم عمر فاروق ایم اے (حاصلپور)

[ابتدا ہے رب کائنات کے نام سے جس نے لکھنے کی ہمت اور استعداد عنایت کی اور اسلام جیسا لافانی اور محمد ﷺ جیسا لاثانی نبی دیا اور قرآن جیسی بے نظیر کتاب عطا کی۔]

اس کائنات میں ہزار ہا مذاہب ابھرے ان کی تعلیمات رسم و رواج اور عقائد نے ایک مقام حاصل کیا اور پھر اس طرح نیست و نابود ہو گئے کہ ان کا نام تک نہ رہا۔ کچھ مذاہب نے اپنی تعلیمات کو مدون کیا اور ان کی یہ مدون کتب ہم تک پہنچیں۔ تو آج کے اس دور میں ان کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر شروع ہوا۔ ان کی حفاظت، ادب، تعلیمات، ہمہ گیریت، عالمگیریت، جامعیت، علمیت، اور کامیابیوں کے اعتبار سے ان کا تقابل کیا جانے لگا۔ تو ہر مذہب کی بنیادی کتب کو شرما کے گزر جانا پڑا کیونکہ وقت کی گرد اور اس مذہب کے علماء نے اپنی اپنی نفسیات کے انداز اور طریقوں سے ان کتب سے استفادہ کیا اور ان کی تعلیمات کو تاریکیوں میں ڈبو کر رکھ دیا۔ ایک وقت ان کتب پر ایسا بھی آیا ہوگا کہ جب وہ قدموں کی روشنی اور آنکھوں کا چراغ ثابت ہوئی ہوں ان سے لوگوں نے راہِ ہدایت حاصل کی ہوگی۔ لیکن آج اپنی اہمیت اور وقعت کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے۔ بے شک ان کتب کی اہمیت ان کے لئے مذہب میں بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن آج ہم نے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ کس مذہب کی کتاب کو آج بھی گہن نہ لگ سکا ہے اور وہ اپنی آب و تاب اور تعلیمات کے اعتبار سے بھی لاثانی ہے۔

**ہندو مذہب:** ہندومت کا ادب ہندوؤں کی اپنی تاریخ کی طرح غیر مستند اور غیر ثقہ ہے۔ ان کتب کے مؤلفین اور مصنفین پر بھی تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا زمانہ تصنیف بھی نامعلوم ہے، پھر ان کی حیثیت، تقدیس اور مقام کے متعلق خود ہندو علماء میں بھی اختلافات ہیں۔ کیونکہ ہر زمانے میں اضافہ اور ترمیم ہوتی رہی۔ ہندوؤں کا مذہبی لٹریچر عموماً شاعری پر مشتمل ہے۔

ہندو مذہب کے مقدس ادب کو ''وید'' کہا جاتا ہے۔

''وید'' کا لفظ ود سے نکلا ہے جس کے معانی ہیں جاننا، واقفیت حاصل کرنا، سوچنا، غور کرنا چنانچہ ''وید'' سے مراد ہے حکمت و دانائی، علم۔

**وید کے مصنفین:** وید منتر مختلف لوگوں کی تصنیف ہیں۔ ان میں انسانوں کے علاوہ پرندوں، جانوروں، درختوں، دریاؤں کی زبان سے بھی بہت ساری باتیں درج ہیں۔ اس الجھاؤ کے پیش نظر ویدوں کے ہندو عالم حیرت زدہ ہیں کہ انہیں الہامی کیسے جانا جائے۔ ویدوں کے مصنف ''رشی'' کہلاتے ہیں۔ ویدوں کی تعلیمات کے مطابق رشی کی تعریف یہ ہے ''جس کا کلام ہے وہ رشی ہے۔'' دانا رشی منتروں کے بنانے والے ہیں ایک رشی کے مکمل کلام کو ''سوکت'' کہا جاتا ہے۔ جس دیوتا سے کوئی تمنا پوری ہونے کی آرزو کر کے رشی نے اس کی تعریف کی وہ اس منتر کا دیوتا کہلاتا ہے۔ گویا کہ ویدوں کے منتر رشیوں کی دیوتاؤں سے التجائیں ہیں۔

**ویدوں کی تالیف کا زمانہ:** ویدوں کے زمانہ تدوین و تالیف میں شدید اختلاف ہیں۔ کچھ ہندو علماء اس بات پر متفق ہیں کہ وید شروع دنیا سے ہیں۔ جبکہ پروفیسر مولیز ولیم ہندو ازم میں لکھتے ہیں۔

In this mannar we may be justified in assuming that hymans of in veda were probably composed by a succession of poets at different dates between 1500 and 1000 years before christ.

*(HINDUISM P-19)*

''چنانچہ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ویدوں کے حمد یہ گیت غالباً ۱۵۰۰ اور ۱۰۰۰ قبل مسیح کے درمیان مختلف شاعروں نے مختلف تاریخوں میں لکھے۔'' (ہندومت صفحہ۔19)

ڈاکٹر داس گپتا لکھتے ہیں کہ

''تمام منتر مختلف زمانوں میں رشیوں نے تصنیف کیئے یہ تمام منتر سینہ بسینہ چلے آتے تھے

اور ہر زمانے کے شاعران میں رفتہ رفتہ اضافہ کرتے رہتے تھے۔ غالباً جب مجموعہ ضخیم ہو گیا تو اسے موجودہ شکل میں مدون کیا گیا۔''

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ ''جب وید سینہ بسینہ آگے منتقل ہوتے آئے تو پھر یہ ضبط تحریر کب لائے گئے؟''

**وید کتنے ھیں**؟: وشنو پران میں لکھا ہے کہ ''شروع میں صرف ایک وید تھا جس میں ایک لاکھ منتر تھے۔ اسکو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک عرصہ گزرنے کے بعد یہ حصے آپس میں مل جل گئے اور کئی حصے بھول بھی گئے۔''

ویدوں کے متعلق عام مذہبی تشریح یہ بھی کی جاتی ہے کہ یہ ایک منتروں کی پہلے سے موجود کتاب ''اُمگ'' تھی جس کو رشی دیاس نے ترتیب دے کر چار حصوں، رگ، یجر، سام اور اتھر میں درجہ بندی کی۔

**رگ وید**: یہ تمام ویدوں سے پرانا ہے یہ مختلف لوگوں کے تصنیف کردہ گیت ہیں ان کی تصنیف پر حاکمانِ وقت کے دربار سے صلہ ملا کرتا تھا۔ تقریبات میں جو لوگ اس کو پڑھا کرتے تھے ان کو ہوتری کہتے تھے۔ اس میں دس ہزار منتر ہیں۔

**یجر وید**: اس میں مذہبی رسومات کے مختلف طریقے ہیں اور جو پروہت یہ طریقے ادا کرتا ہے وہ ''اوہ وریو'' کہلاتا ہے۔ بعض اس وید کو تیسرا درجہ بھی دیتے ہیں۔

**سام وید**: اس میں بھجن ہیں جنہیں ترنم کے ساتھ گایا جاتا ہے اور گویے کو ''اوگتری'' کہتے ہیں۔ اس میں 1549ء اشعار ہیں سوائے 75 اشعار کے تمام رگ وید سے لئے گئے ہیں بعض اس کو دوسرا درجہ بھی دیتے ہیں۔

**اتھر وید**: اس میں کل چھ ہزار منتر ہیں۔ اس میں خیالات بالکل دوسرا رنگ اختیار کر جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے ہندو مذہب میں وہ باتیں داخل ہوئیں جو پہلے ان کے مذہب میں نہ تھیں۔ مثلاً سحر وافسوں، اور اوہام وخرافات وغیرہ۔

ہر وید کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**۱۔ منتر بھاگ۔** اس میں دیوی دیوتاؤں کو مخاطب کر کے ان سے دعائیں مانگی گئی ہیں۔

**۲۔ براھمن بھاگ**: ۔ اس حصہ میں منتروں کی تشریح اور جائے استعمال بیان کیا گیا ہے۔

**۳۔ ارنیک**: ۔ یہ وہ حصہ ہے جو جنگلوں میں تصنیف کیا گیا یا جنگلوں میں جا کر پڑھا جاتا ہے۔

## کیا اصل وید گم ہو گئے؟

مہابھارت میں لکھا ہے کہ ”دوائسر (جن) جس نے برہما جی کو دنیا پیدا کرنے میں مدد دی تھی چرا کر لے گئے“۔ مہابھارت میں ویدوں کے گم ہو جانے پر برہما کے واویلا کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

”وید میری قوت اعلیٰ ہے۔۔۔۔ ویدوں کے بغیر میں کیا کروں گا۔ وید دنیا میں اعلیٰ وجود ہے“۔ اس کا ذکر نہ صرف مہابھارت اور پرانوں میں ہے بلکہ رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا (دیانند کی تمہید میں لکھا ہوا ہے کہ ”جو زمانہ ویدوں کی تعلیم کا مستشرقین بیان کرتے ہیں وہ دراصل ویدوں کا رواج نہ رہنے کا زمانہ ہے۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کا تواتر تاریخی مفقود ہے۔ کیا ایسا نہیں؟

## دوبارہ وید کیسے لکھے گئے؟

مہابھارت میں لکھا ہے کہ ”ایک دفعہ ملک میں بارہ برس تک بارش نہ ہونے کے سبب سخت قحط پڑا۔ سب رشی معاش کی تلاش میں دیش چھوڑ کر چلے گئے اور وید ان کے ذہنوں سے مفقود ہو چکا تھا۔ لیکن دریائے سرسوتی کا بیٹا ”رشی سرسوت“ اپنے دیش میں مقیم تھا۔ ایک مچھلی پر گذارہ کرتا رہا جو اس کی ماں (دریائے سرسوتی) اسے کھانے کو دیتی تھی۔ سرسوت نے دوبارہ ویدوں کو قائم کیا اور رشیوں کے واپس آنے پر ان کو ویدوں کی تعلیم دی۔“

بات غور طلب ہے کہ لکھنے والا کون ہے؟ دریائے سرسوتی کا بیٹا۔

## کیا وید الہامی کتب ہیں؟

پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب (The Discovery of India) میں لکھتے ہیں۔

”بہت سے ہندو ویدوں کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ یہ میرے نزدیک ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کیونکہ اس طرح ان کی حقیقت ہم سے اوجھل ہو جاتی ہے وید صرف اس زمانے کی معلومات کا مجموعہ ہیں وہ بہت سی چیزوں کا غیر مرتب شدہ ذخیرہ ہیں۔ دعائیں، قربانی کی رسومات، جادو، نیچرل

شاعری وغیرہ۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ وید دراصل آریوں کی قدیم زندگی کی معاشرت کی تاریخ ہیں۔

## وید کی تحریفات:

ویدوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وید بھی تحریف وتبدیل سے پاک نہیں رہے ہیں۔

**اتھر وید میں تحریف:** سوامی دیانند، لکھر ام اور مہا بھاشیہ کے مصنف کا نظریہ ہے کہ پہلا منتر ”اوم شنو دیوی“ ہے۔ لیکن موجودہ وید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منتر چھبیسواں ہے۔ معلوم ہوا ہے پچیس بعد میں ملائے گئے۔

اتھر وید کے منتروں کی تعداد میں اختلافات ہیں۔ مندرجہ ذیل کے نزدیک اس کے منتروں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

سائیس بھاشیہ ۔ 5977

سیوک لال ۔ 5047

ساتولیک ۔ 7000

ویدک سدھانت ۔ 6000

## یجر وید میں تحریف:

ا۔ یجر وید بمبئی والے میں 25 دھیائے کے 47 منتر ہیں۔ لیکن دیانند نے جو اجمیر سے چھپوایا اس میں 48 منتر ہیں اس کے علاوہ بہت ساری تبدیلیاں جو لفظی اور معنوی ہیں، کی گئی ہیں۔

یجر وید کے منتروں کی تعداد میں اختلافات ہیں۔

ا۔ یجر وید کے کل منتر دیانند کے نزدیک 1975۔

۲۔ ساتولیک کے نزدیک 1400۔

۳۔ یجر وید کے کل منتر شنو شنکر کے نزدیک 987۔

سوامی ہری پرشاد کے نزدیک 1000 ہیں۔

## سام وید میں تحریف:

سام وید میں سب ویدوں سے زیادہ تحریف ہوئی ہے اس میں 75 منتر چھوڑ کر سارے رگ وید کے ہیں۔ اس کے بہت سارے مطبوعات میں منتروں کی تعداد میں اختلافات ہیں۔ مثلاً

۱۔ پنڈت سات ولیکر کے نزدیک منتروں کی تعداد صرف 70 ہے۔

۲۔ سوامی ہری پرشاد جی نے 65 منتر کا نیا سام وید شائع کیا۔

۳۔ پنڈت شوشنکر (آریا پنڈت) کے حساب سے تعداد 1549 ہے۔

۴۔ جیوانند۔ دیا ساگر کے مطبوعہ سام وید میں تعداد 1808 ہے۔

**رگ وید میں تحریف**: رگ وید کے مختلف نسخوں میں منتروں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے ذیل میں اختلافات درج ہیں۔

| | |
|---|---|
| انو داک انو کرمنی کی رو سے | 10580 |
| پنڈت دیانند بانی سماج | 10589 |
| پنڈت شوشنکر آریہ | 10402 |
| پنڈت جگن ناتھ | 10452 |
| ہری پرشاد ویدک منی | 10000 |

ویدوں میں تحریفات وتبدیلیوں کے ہندو علماء بھی معترف ہیں۔

یہ حال ویدوں کا ہے جو کہ ہندومت کی مرکزی کتب مانی جاتی ہیں۔ براہمن حضرات قرآن کو ٹھٹھہ و مذاق کا نشانہ بناتے ہوئے شاید یہ بات سوچنے سے بالکل عاری ہیں کہ ان کی ویدوں کی آئینی، قانونی اور مذہبی حقیقت کیا ہے؟

اگر وہ ان ویدوں کا ہی جائزہ لے لیتے تو انہیں یہ پتہ چلتا کہ وید الہامی نہیں ہیں۔ ان کی صحت مشکوک ہے۔ ان میں تحریف وترمیم ہوتی رہی ہے۔ ان کا تاریخی تواتر مفقود ہے۔ یہ بار بار گم ہوئے اور بار بار لکھے گئے۔

ان کے دوبارہ لکھے جانے کے بارے میں مختلف دو نظریات ہیں ایک پہلے بیان ہو چکا دوسرا یہ ہے کہ ”ویدوں کے گم ہو جانے کے بعد سات رشی آسمان سے ظاہر ہوئے اور انہوں نے پھر ان کو جاری

کیا’’۔

براہمن حضرات آج تک ویدوں کی تعداد پر متفق نہ ہو سکے وشنو پران میں لکھا ہے کہ ‘‘شروع میں ایک وید تھا جس میں ایک لاکھ منتر تھے۔’’ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ ‘‘وید تین’’ ہیں۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ وید ‘‘چار’’ ہیں۔ چوتھا نظریہ یہ ہے کہ ویدوں کی تعداد ‘‘پانچ’’ ہے۔ حتیٰ کہ ایک نظریہ یہ بھی ہے ویدوں کی کل تعداد 1131 تھی۔ یہ امر بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ وید تحریف و ترمیم سے پاک نہ ہیں۔ اس کے الفاظ، عبارتیں اور منتروں کی تعداد بدلتی رہی۔

موجودہ وید الہامی ہیں یا نہیں ہندو علماء خود شک کا اظہار کرتے ہیں۔ ویدوں کے زمانہ تالیف کا کسی کو علم نہ ہے۔ نہ ہی یہ علم کہ وید کہاں لکھے گئے؟ حتیٰ کہ ان کے ہاں متضاد روایات کی بھرمار ہے۔ مثلاً ایک روایت ہے کہ برہما دیوتاؤں میں سب سے پہلے ہوا جو تمام عالم کا خالق اور رزاق تھا اس برہما کے چار منہ تھے۔ ایک ایک منہ سے ایک ایک وید پیدا ہوا۔ جبکہ دوسری روایت ہے کہ

رگ وید، اگنی دیوتا کی۔
یجر وید، وایو دیوتا کی
سام وید، ادینہ دیوتا کی۔

اور اتھر وید کا مصنف چاند دیوتا ہے۔ ان روایات کے برعکس ہندوؤں کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ وید دراصل 414 رشیوں کا کلام ہے۔

مختصر یہ کہ ویدوں کی صحت مشکوک، زمانہ کی خرد برد کے ہاتھوں یہ محفوظ نہ رہے، ان کے الہامی ہونے کا دعویٰ باطل ہے۔ ان کا زمانہ تالیف، وطن کے اختلافات ان کے عدم صحت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

**جین مت**: جین مت کی مذہبی کتاب ‘‘کلپا شاستر’’ ہے۔ جسے تین سو سال قبل مسیح کے زمانے میں ‘‘بھوراباہو’’ نے لکھا تھا۔ ان کا مذہبی ادب جو کہ تمام کا تمام ‘‘سنسکرت پراکرت’’ زبان میں قلم بند کیا گیا ہے۔ جو کہ انتہائی وسیع اور دقیق ہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح کے آخر میں جنوبی بہار کے علاقوں میں قحط پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے ‘‘بھوراباہو’’ جو ‘‘اسدور’’ کا مشہور راہب تھا۔ اس کی قیادت میں جینیوں

کی ایک بہت بڑی تعداد پاٹلی پتر سے میسور کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ جو لوگ پاٹلی پتر میں رہ گئے تھے انہوں نے ایک کونسل قائم کی جس کا مقصد مذہبی عقائد اور کتب پر نظر ثانی تھا۔ اس طرح اس کونسل نے ”بارہ انگس“ کتابیں مرتب کیں۔ تقریباً چھٹی عیسوی میں ضلع گجرات میں دوسری ایک کونسل ترتیب دی گئی جس نے تمام اصولوں کو اکٹھا کیا اور کتابوں کی شکل میں مرتب کیا اب ان میں ”انگس“ ایک مکمل صحیفہ ہے۔

ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جین مت کی مذہبی کتاب کا مصنف، وطن اور تاریخ اتنی واضح نہیں ہے جتنی کہ قرآن مجید کی۔

**بدھ مت:** گوتم کے زمانے میں کتابیں عام طور پر لکھی نہیں جاتی تھیں بلکہ اہم مذہبی تعلیمات کو منظوم صورت میں حفظ کر لیا جاتا تھا۔ جنہیں سوتر کہا جاتا ہے۔ بدھ نے شاگردوں کو تاکید کی تھی ”سیکھو جو کہا گیا ہے۔ اسے مضبوط پکڑ لو، دل میں اس کو بٹھا لو۔“

بدھ مت کے صحیفے اس کی وفات کے تقریباً چار سو پچاس سال بعد مدون ہوئے۔ بعض روایات ہیں کہ دو سو سال بعد اشوک کی مجلس نے پہلی بار یہ فیصلہ کیا کہ بدھ کی تعلیمات کو اور عقائد کو کتابی شکل میں پیش کیا جائے۔

بدھ مت کے صحیفے ”تری پتا کا“ کے نام سے مشہور ہیں۔ تری (تین) پتا کا (ٹوکری) انہیں پالی نوشتے بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب سے پہلے پالی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ جو کہ ان کی مقامی زبان تھی۔ مہیندا جب ان کی نقل لے کر لنکا گیا تو اس کا ترجمہ مقامی زبان (بنگالی) میں کیا گیا۔ پانچویں صدی عیسوی میں تقریباً سات سو سال بعد بدھ گوش نامی ایک راہب نے دوبارہ ان کا ترجمہ پالی زبان میں کیا کیونکہ اصل کتابیں معدوم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ اب یہی تری پتا کا سب سے قدیم اور مستند مانی جاتی ہیں۔

**تری پتاکا (تین ٹوکریاں)**: یہ بدھ مذہب کی کتاب تین پتا کا پر مشتمل ہے۔

ا۔ وینہ پتا کا:۔ اس میں وہ قواعد و ضوابط درج ہیں جو پروہتوں کے لئے بدھ نے مقرر کئے تھے۔ یہ پتا کا ان کے شاگرد ”اوپالی دینہ“ نے مرتب کی ہیں۔

۲۔ستا پتا کا۔ یہ بدھ کے ملفوظات و وعظوں پر مشتمل ہے۔ یہ بدھ تعلیمات اور عقائد پر مبنی ہے اس کو اس کے شاگرد ''انند'' نے ترتیب دیا تھا۔

۳۔ابھی دھما پتا کا:۔ اس میں بدھ کا دینی فلسفہ اور نفسیات ہے۔ اس میں فلسفہ متکلمانہ بحثوں پر مشتمل ہے۔ یہ اس کے شاگرد ''کسیا پا'' نے لوگوں کے سامنے پیش کی۔

بدھ مت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ دیگر ہندوستانی زبانوں میں بھی ہوا اور ساتھ ساتھ اس کتاب میں اضافے کئے جاتے رہے یہ کتاب جو آج ملتی ہے اس میں بہت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان کتب کے مطالعے میں بالخصوص مذہبیات کے طالب علم کو سب سے بڑی الجھن یہ ہوتی ہے کہ اس کے لیے یہ معلوم کرنا بہت دشوار کام ہے کہ ان کتابوں میں بیان کردہ تعلیمات میں کون سی ایسی ہیں جو بعد کے زمانے کا اضافہ ہیں۔ جبکہ قرآن ایسی تحریفات سے بالکل پاک وصاف ہے۔

**زرتشت:** ژنداوستا زرتشت مذہب کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ژند ایک اضافی لفظ ہے۔ جبکہ ''اوستا'' اصل نام ہے۔ ژند کے دو معنی ہیں ایک تو وہ زبان جو پہلوی زبان سے پیشتر ایران میں تھی۔ دوسرا یہ کہ ژند کے معنی ''تفسیر'' کے ہیں۔ جبکہ اوستا کا مطلب ''جیسی کچھ بھی'' ہے یہ پہلوی زبان میں ہے اور پھر اس کتاب کی تمام زبان ایک جیسی نہ ہے۔ اس میں گتھاؤں کی زبان اور ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی حصہ جناب زرتشت کا ہے اور باقی حصہ قدیم ایرانی کتابوں کا مرکب ہے۔ اس کتاب کے متعلق آج تک کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا اور جس قدر معلوم ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ پانچویں صدی قبل از مسیح میں ایران میں اس مذہب کے قریباً ستر فرقے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اصل اوستا اسی کے پاس ہے اور دوسرے کے پاس جعلی اوستا ہے۔ شاہِ ایران ارتخششا نے 450ق م میں ایک عظیم الشان مجلس منعقد کی اور ان میں اسی ہزار کے قریب مغ (پجاری) شریک ہوئے تھے۔ اس قدر کثیر گروہ کی کونسل منعقد نہ ہو سکی اور ان میں صرف سات پجاری منتخب کئے گئے جو اپنے زہد و تورع اور علم و بصیرت کی بناء پر اعلیٰ تصور کئے جاتے تھے۔ اس کے بعد اوستا کس طرح لکھی گئی؟ یہ گبن کے الفاظوں میں سنئے۔

’’ان سات مغوں میں سے ایک مقدس نوجوان ’’ادوادیرف‘‘ نامی کے سامنے آتشیں شراب کے تین پیالے پیش کیئے گئے۔ اس نے انہیں پیا اور اس کے بعد ایک لمبی اور گہری نیند سوگیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے بادشاہ اور دیگر حاضرین حاضرین کو بتایا کہ کس طرح اس نے آسمانوں کی سیر کی ہے۔ یہاں مقدس دیوتاؤں کی اس سے ملاقات ہوئی۔ سننے والوں کے شک وشبہ کے خیالات اس نوجوان کی مافوق الفطرت شہادت (آسمانی) کے سامنے دب گئے اور اس طرح زرتشت مذہب کا ضابطہ قوانین مرتب کردیا گیا‘‘۔

یہ زرتشت مذہب کی کتاب کی ابتداء وتدوین تھی لیکن ژنداوستا اپنے وجود کو زیادہ دیر تک برقرار نہ رکھ سکی۔ 331ق م میں سکندر اعظم نے ایران پر حملہ کیا۔ شراب کے نشہ میں دھت ہوکر مقدوانی فاتح نے پرسیپولیس کے عظیم کتب خانہ کو جلا کر خاکستر کردیا۔ جہاں زرتشی مذہب کی کتب تھیں۔ وہ بھی نذر آتش ہوگئیں۔ اس واقع کے مدتوں بعد ژنداوستا کا کہیں نام نہیں ملتا۔

تیسری صدی عیسوی میں ساسانی خاندان کے عروج کے وقت شاہِ ارتبانس نے دوبارہ زرتشتی کتب تالیف کروائیں پہلوی زبان میں تراجم ہوئے۔ یہ زرتشی کتب متفرق یادداشتوں کو یکجا کر کے مرتب کی گئی تھیں۔

زرتشتیوں کا دعویٰ ہے کہ اوستا کی تخلیق تمام مخلوقات سے پہلے ہوئی۔

## اوستا کے 5 حصے ہیں

(1)۔**یستا**۔ Yasta۔ یہ پہلا اور اہم حصہ ہے۔ 72 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں قربانی کی دعائیں اور گیت ہیں۔ جو زرتشتی رہنما عیادت اور قربانی کے بعد پڑھتے ہیں۔ یہ اوستا کا قدیم ترین حصہ ہے۔ جو سب سے زیادہ مقدس اور الہامی قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں گاتھا بھی شامل ہے جو پہلے چار حصوں میں تھی لیکن اب 5 حصوں میں پائی جاتی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

ا۔ گاتھا آھوتاویتی

۲۔ استاویتی گاتھا۔

۳۔ سپینٹا فیو۔

۴۔ وھوکشترا۔

۵۔ بعد میں جس کا اضافہ ہوا وہ ہے ''اوہتا اپتی۔''

(2) ۔**ویسپریڈ** Vispard ۔ اس کے معنی ہیں All the lord (تمام سردار) کے ہیں یہ چوبیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں خدا کی حمد وثناء کی جاتی ہے۔

(3)۔**وندیداد** Vendedad ۔ یہ کتاب 22 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں ارواح خبیثہ سے مقابلہ کرنے کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔

(4) ۔ **یشت** Yashat. ۔ یہ 21 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے معنی راز و نیاز کے ہیں۔ اس میں بھجن اور دعاؤں کا تذکرہ ہے۔ جس میں قدیم ایران کے بہادوں اور فرشتوں کی مدح کی گئی ہے۔ اس کی ترکیب گوشاعرانہ نہیں ہے لیکن پھر بھی ترنم پایا جاتا ہے۔

(5) **خورد آستا**:۔ یہ شخصی عبادت کی دعائیں ہیں جو پروہت اور عام لوگ یکساں پڑھتے ہیں۔ اس میں عوام کی پڑھی جانے والی دعائیں بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب بھی تحریفات سے پاک نہ رہ سکی کیونکہ سکندر اعظم کے ایران پر حملہ میں مذہبی کتب نذر آتش کر دی گئیں تو پروہتوں نے اپنے حافظے کی مدد سے کتب مدون کیں اور اس طرح لازماً ان میں تحریف و ترمیم ہوئی۔ اس کے علاوہ ان کتابوں کی تعداد، زبان اور زمانہ کے متعلق اتنے شدید اختلافات ہیں کہ کوئی بھی محقق اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ کتب جوزرتشت کی طرف منسوب ہیں وہ واقعی بغیر تحریف کے انہی کی ہیں۔ جبکہ محمد ﷺ کا قرآن زمانے کی خرد برد کے ہاتھوں بالکل محفوظ رہا جس میں نہ تحریف لفظی کی گئی اور نہ ہی تحریف معنوی۔

**تاوازم** : لاوتزو 604 قبل مسیح میں ٹشو کے صوبہ میں پیدا ہوا۔ افلاس اور غربت کی بناء پر جو خاندان کی تاریخی، دستاویزات کے محافظ کی حیثیت اختیار کر لی۔ حاکمان وقت کی دغابازیوں سے نالاں ہو کر ملازمت سے استعفیٰ دے کر لنگ پو کی پہاڑیوں پر سکونت اختیار کر لی۔ درے کے ایک محافظ کے کہنے پر اس نے اپنی تعلیمات کے بنیادی اصول لکھوا دیئے جن کا نام ''تاوتی چنگ'' ہے یعنی کتاب صراطِ مستقیم۔ اب یہ کتاب 5000 لفظوں پر مشتمل ہے اس کے ۸ باب ہیں۔ اکثر محققین کی

رائے ہے کہ یہ لاوزے کی اصل کتاب کا محرف اور نسخ شدہ نسخہ ہے۔ اور کچھ اس کو غیر مستند اور مسخ شدہ کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ "تاوتی چنگ" کے ساتھ وہی کچھ ہوا جس طرح دوسرے ہر مذہب پر خارجی عناصر کی شمولیت ہوئی۔ اسی وجہ سے کچھ صحائف تلف ہو گئے اور کچھ محرف جو کچھ بقایا بچا وہ تاویلوں کی تاریکی کے نیچے آ کر اپنی روشنی کھو بیٹھا۔

**کنفیوشس ازم:** اس مذہب کو کتب کا مذہب کہا جاتا ہے۔ بعض اس کی کتب کی تعداد نو بتاتے ہیں۔ لیکن ایسی کتب جو اس نے خود لکھیں ان کی تعداد پانچ ہے۔ بقایا چار اس کے شاگردوں کی تصنیف بتائی جاتی ہیں۔ ایسی کتب جو اس کی تصنیف ہیں ان کو "کنگ" کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔

**شوکنگ:** یہ کتاب ایک تاریخ کی کتاب ہے۔ جس میں 2400 ق م سے 600 قبل مسیح تک کے حالات درج ہیں۔ اس میں موجود تاریخی دستاویزات کی تعداد پہلے 100 تھی اب 58 رہ گئی ہے۔

**شی کنگ:** یہ بنیادی نظموں کی کتاب ہے۔ ابتداء اس میں تین ہزار کے قریب نظمیں تھیں لیکن کنفیوشس نے اس میں سے تین سو پانچ منتخب کیں جو آگے منتقل ہوئیں۔

**لی چی:** یہ رسموں کی کتاب ہے۔ جس میں ان سب رسموں کا ذکر موجود ہے جو مذہبی اور غیر مذہبی تہواروں پر ضروری ہیں۔

**پی کنگ:** یہ علم نجوم یا رمل و جفر پر ہے۔ اس کو کتاب تغیرات کہا جاتا ہے۔ کنفیوشس اس کا بڑا دلدادہ تھا۔

**جن سن:** یہ کتاب بہار و خزاں کے واقعات پر مشتمل ہے یہ ریاست لو کی اڑھائی سو سال کی تاریخ ہے۔

**یہودیت:** بنی اسرائیل دنیا کی وہ واحد قوم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کی انتہا کر دی لیکن جو اپنی بداعمالیوں کے باعث زمین کا ناسور بنی، خدا کے غضب اور اس کی لعنت کی سزاوار ہوئی۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بے شمار بارشیں ہوئیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

خصوصی فضل وکرم سے نوازا۔ راہ نمائی کے لئے بے شمار نبی بھیجے آسمانی کتب اور صحیفے نازل کیئے۔ دنیوی شوکت اور دینی سیادت کے لحاظ سے ان کو پورے جہان پر فضیلت دی۔ فرعون مصر کی غلامی سے نجات ملی۔ صحرا کی دشت نوردی سے چھڑایا گیا۔ بابلیوں اور رومیوں کی غلامی سے نجات دلائی گئی لیکن ان سب انعامات کے باوجود اس قوم نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس کی اطاعت سے منہ موڑا۔ اس کے نبیوں کو قتل کیا اس کی کتابوں کو بھلا دیا اور بار بار شرک و فجور میں مبتلا ہوئی اللہ نے بار بار تنبیہ کی گئی لیکن ان کے فسق و فجور میں کمی نہ آئی۔

یہودیت کی مذہبی کتاب ’’تورات‘‘ ہے۔ جو مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے۔ موجودہ بائیبل میں یہ ’’عہد نامہ قدیم‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ عہد نامہ قدیم 39 کتابوں پر مشتمل ہے ان میں سے پہلی پانچ کتابوں کے مجموعے کو تورات کہا ہے یعنی ’’پیدائش‘‘ خروج، احبار، گنتی اور استثنا۔‘‘ یہ کتابیں ابتداء سے ہی ایک وحدت کا تصور رکھتی تھیں۔

1) ۔ **پیدائش**: اس میں کائنات و آدم کی تخلیق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے پیغمبروں اور بنی اسرائیل کے احوال مذکور ہیں نیز ان کی تعلیمات سے مختصر بحث کی گئی ہے۔

2) ۔ **خروج**: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت، معجزوں اور ان کے فرعون سے مناظروں اور بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے نجات دلوانے نیز فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کے حالات مرقوم ہیں۔

3) ۔ **احبار**: یہ مناسک قربانی و عبادات کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

4) ۔ **گنتی**: اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد صحرا میں بھٹکنے اور پھر امن کے صحراء سے نکل کر اردن اور ماورائے اردن کا علاقہ فتح کرنے کے حالات مذکور ہیں۔ نیز اس میں بعض فقہی مسائل بھی درج ہیں۔

5) ۔ **استثناء** یہ مجموعہ قوانین اور تاریخی حالات پر مشتمل ہیں۔ یہ کتب آج جیسی بھی ہیں لیکن ان میں بعض ایسی کتابوں کا بھی حوالہ آتا ہے جن کا وجود اس مجموعے میں کہیں نہیں ملتا۔ اس قسم کی کم از کم سترہ کتب ہیں جو گنائی جا سکتی ہیں۔ عہد نامہ قدیم کی اس شہادت کی بناء پر بھی یہ مکمل نہیں۔ (جاری ہے)

# اقامت صلاۃ اور ہماری زبوں حالی

محمد رفیق طاہر ملتان

اللہ رب العالمین کی توحید اور امام الانبیاء ﷺ کی رسالت کے اقرار کے بعد انسان پر جو سب سے اہم ترین ذمہ داری عائد ہوتی ہے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں شامل کرنے اور اپنے اور کافروں کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے وہ نماز ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

((بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلَاۃِ ))

’’بندے اور کافر کے درمیان فرق نماز کا ترک کرنا ہے‘‘

(المستخرج علی صحیح الامام مسلم ۲۴۵)

یعنی جو شخص نماز کا تارک ہے وہ بندہ نہیں وہ کافر ہے اللہ کا حقیقی بندہ وہ ہے جو نماز ترک کرنے والا نہ ہو ۔ نیز فرمایا: ((مَنْ تَرَکَ الصَّلَاۃَ الْمَکْتُوبَۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ))

’’جس بندے نے ایک بھی فرضی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی اس نے کفر کیا‘‘

(معجم الاوسط للطبرانی ۳۳۴۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلَاۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾

’’اگر وہ (کفر و شرک) سے توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تب وہ تمہارے دینی بھائی ہیں‘‘۔ (التوبہ :۱۱)

اگر تینوں کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی نہ ہو، کفر و شرک سے توبہ سے نہ ہو یا نماز کا قیام نہ ہو یا زکوۃ کی ادائیگی نہ ہو تو پھر اخوت دینی پیدا نہیں ہوتی اور اسلامی برادری میں وہ بندہ داخل نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلَاۃَ وَاٰتَوُا الزَّکَاۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ﴾ (التوبہ : ۱۱)

''اگر وہ ( کفر وشرک سے ) توبہ کرلیں اور نماز قائم کرلیں اور زکواۃ کی ادائیگی کریں تو پھر وہ تم ان کا رستہ چھوڑ دو۔''

یعنی پھر تم نے انکے خلاف تلوار اٹھا کر جہاد نہیں کرنا اور تینوں کاموں میں سے ایک کام بھی یہ لوگ نہیں کرتے تو ان کے خلاف قتال و جہاد کرنا تمہارے لیے روا اور جائز ہے کیونکہ اللہ رب العالمین کے ہاں یہ لوگ مسلم ومؤمن کہلاوانے کے حقدار نہیں ہیں بلکہ یہ کفر کر چکے ہیں۔ اللہ رب العالمین جب اہل جنت کو جنت میں داخل کر چکے اور اہل جہنم کو جہنم میں ہی باقی چھوڑ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی بھی شخص جہنم سے نکل کر جنت میں نہیں جائے گا۔ شفاعت کرنے والے تمام تر انبیاء اور رسل ، صدیقین اور شہداء اور صلحاء سارے کے سارے شفاعت کر چکے ہوں گے اللہ رب العالمین کی آخری شفاعت کے ذریعے بھی الہ واحد القہار کی مٹھی بھر لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں جا چکے ہوں گے تب اہل جنت اور جہنم کے مابین مکالمہ ہوگا جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ﴾ ''تمہیں جہنم میں کس چیز نے داخل کردیا۔؟'' (المدثر: ٤٢)

تو وہ جواب دیں گے کہ ہمارا جرم یہ تھا کہ:

﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ﴾ (المدثر: ٤٢=٤٧)

''ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور نہ ہی ہم ( زکاۃ ادا کر کے ) مسکین کو کھلاتے تھے اور ہاں باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحثیں ضرور کیا کرتے تھے اور جزاء کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔''

تو اللہ رب العالمین نے ان اعمال کی وجہ سے ان کو سزا یہ دی کہ:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾

''ان لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نے فائدہ نہ دیا۔'' (المدثر: ۴۸)

شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی وجہ سے لوگ جہنم سے نکل نکل کر جنتوں کی راہ لے گئے۔ جنتوں میں داخل ہو گئے لیکن نماز کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اور زکاۃ نہ ادا کرنے کی وجہ سے ان سفارش کرنے

والوں کی سفارش نفع نہ دے گا اور یہ ابدی جہنمی ٹھہریں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث نبویہ میں جا بجا یہ بات ذکر ہوتی ہے کہ جو بندہ **لا الـه الا الـلـه** پڑھ لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مسند احمد: ۱۱۹۲۳)

لیکن اس بندے نے تو **لا الـه الا الله** پڑھا ہے اور نماز نہ پڑھنے اور زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے جہنمی ہی ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت بھی اس کے لیے کوئی فائدہ مند ثابت نہ ہو گی، آخر کیوں؟ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ نہیں جو سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی الفاظ اس قدر ہیں جتنے کہ زبان زد عام ہیں بلکہ حدیث میں ”**لا الـه الا الله**“ کی گواہی ‘دل کی تصدیق کے ساتھ ہو’ ان الفاظ کے ساتھ مقید ہے یعنی دل سے جو توحید اور رسالت نبوی کی گواہی دیگا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا اور اس پر اللہ نے آگ کو حرام قرار دیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب من خص بالعلم قومادون قومه)

اور اسی طرح وہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز محشر ایک ایسے بندے کو معاف فرما دے گا جس نے زندگی بھر کوئی نیکی کا کام نہ کیا ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول الله یریدون ان یبدلوا کلام الله)

اور اسی طرح جس حدیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات بھی آئی ہے کہ قیامت کیدن جب تمام شفاعت کرنے والے شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں، نبیوں اور مومنوں سب نے شفاعت کر لی ہے اب صرف ارحم الراحمین ہی باقی ہے تو اللہ جہنم سے ایک مٹھی بھر کر نکالیں گے اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خیر کا کام نہ کیا ہوگا۔ تو یہ حدیثیں بھی مقید ہیں کیونکہ اس کی وضاحت بھی حدیث میں ہی موجود ہے:

((لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ اِلَّا التَّوْحِيْدَ)) (مسند احمد ۷۹۸۰)

” کہ اس نے توحید کے علاوہ خیر کا کوئی کام نہ کیا ہوگا“

جبکہ توحید پر کاربند رہنا اور شرک سے اجتناب کرنا بھی عمل خیر ہی ہے اور اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ)) ” کہ جنت میں صرف اور صرف مومن ہی جائیں گے“

(صحيح بخاري كتاب التفسير باب ومن سورة التوبة ۳۰۹۲)

ان دونوں حدیثوں کو مدنظر رکھیں تو سابقہ دونوں حدیثوں کا معنیٰ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کریگا جنہوں نے توحید اور ایمان کے سوا اور کوئی نیک عمل نہ کیا ہو گا یعنی موحد اور باایمان بننے کے لیے اپنے دل میں ایمان متحقق کرنے کے لیے جو ضروری اعمال ہیں وہ تو بجالائے مگر اس کے علاوہ اور کوئی نوافل والا کام نہ کیا۔ اور ایمان قول وعمل اور تصدیق کے مجموعہ کا نام ہے اس کی تعریف میں اقامت صلاۃ، ادائے زکاۃ، صوم رمضان، حج بیت اللہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ تو جس کے اندر ایمان وتوحید نہ ہوں اس کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی۔ تو نماز قائم کرنا اللہ کا حکم ہے فرمایا: وَاَقِیۡمُوا الصَّلَاۃَ (البقرۃ ۴۳) اور عربی لغت میں اقامت کا معنی ہے ”اَن یُّؤتَی بِھَا بِحُقُوقِھَا“ ”کہ اس کو اس کے تمام حقوق سمیت ادا کیا جائے“ اور نماز کے چھ حقوق ہیں۔

### ۱۔ تعدیل ارکان:

کہ بندہ ہر رکن کو اطمینان وسکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے یعنی بندہ رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے اور جب مکمل طور پر رکوع میں پہنچ جائے اس کی کمر مکمل سیدھی ہو جائے اس کے ہاتھ گھٹنوں کو پکڑ چکے ہوں، کہنیوں میں خم نہ ہو بلکہ بازو بالکل سیدھے تنے ہوئے ہوں پھر وہ رکوع کی تسبیحات کہنے کا آغاز کرے اور اسی حالت میں رکوع کی تسبیحات مکمل کرے اور جب وہ رکوع کی تسبیحات مکمل کر چکے تو پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد قومہ والی تسبیحات ودعاؤں کا آغاز کرے اور اسی حالت میں ہی ان کو مکمل کرے جب ان دعاؤں سے فارغ ہو چکے تو پھر وہ تکبیر کہتا ہوا سجدہ کے لیے جھکے اور پھر جب تک اس دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے پاؤں کے دونوں پنجے، ماتھا اور ناک زمین پر نہ لگ جائیں اس وقت تک سجدہ کی تسبیحات کا آغاز نہ کرے جب یہ ساتوں اعضاء زمین پر لگ جائیں پھر وہ سجدہ کی تسبیحات کا آغاز کرے اور جب تک اس کی سجدے کی تسبیحات مکمل نہیں ہو جاتیں اس وقت تک ان اعضاء میں سے کسی ایک کو بھی زمین سے نہ اٹھائے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر سجدہ سے اٹھائے اور مکمل طور پر اطمینان کیساتھ بیٹھے دونوں بازو اس کی دونوں رانوں پر ہوں بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھ کر انگلی کے ساتھ اشارہ کرے اور پھر ”رَبِّ

اغْفِرْلِیْ ،رَبِّ اغْفِرْلِیْ '' کی تسبیح ودعا شروع کرے۔ یہ مکمل پڑھ لینے کے بعد جب اس وظیفہ سے رکے تو تب تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ کے لیے جھکے اور اگلا سجدہ اسی طرح کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے اور اٹھ کر بیٹھے اطمینان کیساتھ، جلسہ استراحت کرے پھر اگلی رکعت کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو اور جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہو جاتا اور ہاتھ باندھ لیتا اس وقت تک وہ قیام کی قرأت کا آغاز نہ کرے یہ معنیٰ ہے تعدیل ارکان کا۔ یہ کام ہوگا تو بندہ نماز قائم کرنے والا بنے گا اگر اس طرح سے نماز ادا نہیں کرتا تو وہ نماز قائم کرنے والا نہیں ہے۔

## ۲۔دوام وھمیشگی :

نماز پر دوام کیا جائے ساری زندگی ہر روز تمام نمازیں پڑھی جائیں یہ نہ ہو کہ کبھی پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی یا دن میں ایک دو نمازیں پڑھ لیں باقی چھوڑ دیں تو یہ دوام نہ ہوگا اور یہ بندہ نماز قائم کرنے والا نہ بنے گا۔

## ۳۔باجماعت نماز ادا کرنا :

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ''وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (البقرہ۴۳)'' رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ''، یعنی باجماعت نماز ادا کرو اگر بندہ بے جماعت نماز ادا کرتا ہے تو وہ اقامت صلاۃ نہیں ہے وہ نماز قائم کرنے والا تبھی بنے گا جب وہ باجماعت نماز ادا کریگا۔

## ٤۔صفوں کی درستگی :

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلَاةِ ))

''صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز قائم کرنے سے ہے''

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب اقامة الصف من تمام الصلاة)

لہذا صفیں اگر سیدھی اور برابر نہ ہوں تو تب بھی نماز قائم نہیں ہوتی اقامت صلاۃ کے فریضہ سے بندہ تبھی سبکدوش ہوسکتا ہے جب صفیں برابر ہوں پاؤں اچھی طرح ملے ہوئے ہوں درمیان میں خلا باقی نہ ہو کوئی بھی شخص صف سے آگے نکلنے والا یا پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔

## ۵۔ مقررہ اوقات میں ادا کرنا :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء ۱۰۳)

”یقیناً نماز مومنوں پہ مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے“۔

تو بے وقتی نماز اقامت صلاۃ نہیں ہے کہ بندہ نماز کو تاخیر کے سے قضا کر کے پڑھنے لگے، جبکہ اللہ تعالیٰ کو نماز کا قائم کرنا مطلوب ہے اور یہ طلب الٰہی تبھی پوری ہوگی جب بندہ بروقت باجماعت نماز ادا کریگا۔ کچھ لوگوں کو یہ بیماری ہوتی ہے کہ چلو کوئی بات نہیں مسجد میں اگر جماعت کھڑی بھی ہوگئی ہے تو کیا ہوا ہم خود بھی تو جماعت کروا سکتے ہیں۔ یہ سراسر جہالت و نادانی ہے پہلی باجماعت نماز کی جو اہمیت ہے وہ دوسری کی نہیں۔ اس کام کو کچھ لوگ روٹین بنا لیتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے، اتحاد عامہ بھی پہلی جماعت میں ہی ہے۔

## ٦۔ سنت کے مطابق ادا کرنا :

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)) (بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم)

”اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو“ لہذا اگر نماز سنت نبویہ کے مطابق ہوگی تو بندہ نماز قائم کرنے والا بنے گا وگرنہ نہیں۔ اور جو بندہ نماز قائم کرنے والا نہیں ہوتا اس کو نماز فائدہ نہیں دیتی، نماز کا فائدہ یہ ہے کہ :

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾ (العنکبوت ۴۵)

”یقیناً نماز بندے کو بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے“

تو جو شخص نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھا ہی غیبتیں شروع کر دے، نماز پڑھ کر نکلتے ہی دھوکہ، فراڈ، چغلی، جھوٹ، وغیرہ سے نہ رکے، گالی گلوچ، بیہودہ باتیں، فحش گانے، گندے ناول اس کا معمول ہوں۔ برائی اور فحاشی کے کاموں سے نہ بچے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ کی عدالت میں اسکی ادا شدہ نماز، نماز نہیں ہے کیونکہ اللہ نے قرآن مجید میں نماز کا خاصہ بیان فرمایا ہے کہ نماز بندے کو بے حیائی اور فحاشی والے

کاموں سے باز رکھتی ہے نماز منکرات ونواھی سے انسان کو دور لے جاتی ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ نماز کہتے ہیں کہ یہ شئے ''نماز'' ہے، اس چیز میں یہ قوت وطاقت پائی جاتی ہے کہ وہ بندے کو بے حیائی اور برائی سے منع کرے۔ اور یہ بندہ مسجد میں جا کر کچھ کر کے آیا ہے اور اس کے اس فعل کو اللہ رب العزت نے اپنی مطلوبہ ''نماز'' نہیں سمجھا تبھی تو اس میں وہ تاثیر پیدا نہیں کی جو ایک نماز میں اللہ نے رکھی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ نماز بندے کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اگر آج کسی نماز میں تاثیر نہیں ہے تو اس کو اپنی نماز کی اصلاح کرنی چاہیے وہ اپنی نماز کو ضائع ہونے سے بچائے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائے کہ جنہوں نے: ﴿اَضَاعُوا الصَّلاۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھوَاتِ﴾ ''اپنی نمازوں کو ضائع کر لیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ناخلف قرار دیا اور ﴿فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیاً﴾ کہتے ہوئے جہنم کی وعید سنائی۔ (مریم/ ۵۹)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک قوم کے ساتھ نماز ادا کی پھر بعد میں انہیں خط لکھا اور فرمایا کہ اگر میں سو سے زائد مساجد میں بھی نماز ادا کروں تو پھر بھی مجھے کسی بھی ایک مسجد کے سارے نمازی اس انداز میں نماز پڑھنے والے نظر نہیں آتے جس طرح نماز رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی (رسالہ الصلاۃ) لیکن ہماری زبوں حالی اور نماز سے غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہمارے اکثر ائمہ مساجد نماز کے احکام و مسائل سے نا آشنا ہیں ہاں چند ایک احکامات کا سبھی کو علم ہوتا ہے حتیٰ کہ نماز پڑھنے کا درست طریقہ کار معلوم نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ امامت کیسے کروائے اور اکیلا کس طرح ادا کرے؟ لیکن ائمہ کرام اس شعور سے عاری ہوتے ہیں اور مقتدیان کرام کے تو کیا کہنے کہ نماز کو ایک عادت کے طور پر بجا لاتے ہیں اور اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری نمازیں نہ ہمیں برائی اور بے حیائی سے منع کرنے والی ہیں اور نہ ہی ہمیں منکرات سے باز رکھتی ہیں۔ حقیقتا ہماری نمازوں میں وہ لطف وسرور نہیں رہا جو ایک مومن کو کسی فریضہ کی ادائیگی کے بعد محسوس ہوتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نماز صحیح طور پر ادا ہی نہیں کرتے، بہت سی دعائیں ادھوری اور بہت سے ارکان ادھورے، تعدیل تو بہت دور کی بات ہے ہم نماز دوسرے معمولات کی طرح نمازیں بھی شارٹ کٹ کرنے کی بھر پور کوشش کرتے ہیں۔

آیئے ذرا ہم اپنی نماز پر غور کرتے ہیں! تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رفع الیدین صحیح طور پر نہیں کرتے ،ثنا میں اگر ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ)) والی دعا شروع کرتے ہیں تو ((لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) پر بریک لگا دیتے ہیں جبکہ دعا ان الفاظ پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد تین مرتبہ ((لا الہ الا اللہ)) اور تین مرتبہ 'اللہ کبیرا' کہتے۔ (ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم ) یہ الفاظ کہیں جائیں تو دعا مکمل ہوتی ہے پھر اسی طرح ثنا کے بعد تعوذ کی باری آئی تو جو الفاظ نبی ﷺ نے قرآن کی تلاوت سے قبل پڑھے ہیں اور نماز میں پڑھنا منقول ہیں وہ تو یوں ہیں:

((اَعُوْذُبِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))

(ابو داؤد کتاب الصلاة باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك ) لیکن بالعموم وہ الفاظ پڑھے اور یاد کیے اور کروائے جاتے ہیں جو اس موقع پر پڑھنا ثابت ہیں نہیں ہیں بلکہ وہ تو غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے نبی ﷺ نے سکھائے ہیں کہ ((اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھ لینے سے غصہ کافور ہو جاتا ہے۔ (بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب ) ہمیں بس اختصار کی عادت پڑھی ہوئی ہے خواہ وہ اختصار کتنا ہی نماز کو خراب کرنے والا کیوں نہ ہو ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

پھر سورۃ الفاتحہ کی باری آتی ہے تو اسکو دو تین سانسوں میں مکمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ((يُقَطِّعُ آيَةً آيَةً)) (ابوداؤد کتاب الحروف والقرء أتباب ٤٠٠١) ''ہر ہر آئت پر وقف کر کے علیحدہ علیحدہ پڑھتے'' اور وہ بھی كَانَ يَمُدُّ مَدًّا 'لمبا کھینچ کھینچ کر پڑھتے (بخاری کتاب فضائل القرآن باب مد القرأة ) ہمارے ہاں تو بعض ایسے بھی افراد پائے جاتے ہیں جو سورۃ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہی نہیں ہیں حالانکہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کہ ایک آیت ہے اس کو ملا کر سورہ فاتحہ کی سات آیات مکمل ہوتی ہیں اور جو شخص فاتحہ مکمل نہیں پڑھتا ہے اسکی نماز نہیں ہوتی یعنی جس شخص نے سورہ فاتحہ کسی بھی رکعت میں بغیر بسم اللہ کے پڑھی ہے تو اس کی وہ رکعت نہیں ہوئی اسے وہ رکعت دوباوہ ادا کرنی پڑے گی، وگرنہ اسکی نماز نا مکمل ہے۔

جب قرأۃ کا مرحلہ آتا ہے تو پھر بھی مختصر ترین آئت وسورت کا انتخاب کیا جاتا ہے اگر چہ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت نہ ملائی جائے نماز بہر حال ہو جاتی ہے۔ (مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحة فی کل رکعة ) لیکن قرأۃ کرنا ہر رکعت میں افضل اور مستحب ہے اور نبی ﷺ تو ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ سجدہ کی تلاوت کے برابر قیام فرمایا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں اس کے نصف کے برابر آخری دو رکعتوں میں اس سے بھی نصف کے برابر۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ با ب تخفیف الاخر یین.٨٠٤)

اور مغرب میں عموماً سورۃ البینہ سے آخر قرآن تک والی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور عشاء میں البروج سے لیکر البینہ تک والی اور فجر میں الحجرات سے البروج تک والی سورتیں تلاوت فرماتے لیکن کبھی کبھی مغرب کی نماز میں سورۃ طور جیسی لمبی لمبی سورتیں پڑھ لیا کرتے تھے (بخاری کتاب الاذان باب الجھر فی المغرب.٧٦٥) اور آپ ﷺ کی زندگی میں جو آخری مغرب کی جماعت کرائی اور اس میں سورۃ مرسلات تلاوت فرمائی (صحیح بخاری کتاب الاذان باب القرأۃ فی المغرب .٧٦٣) اور ظہر کی جماعت نبی ﷺ کرواتے تو جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد کوئی شخص مسجد سے نکل کر بقیع میں جا کر قضائے حاجت کر کے پھر گھر جا کر وضوء کر کے مسجد میں آتا تو رسول اللہ ﷺ کو دوسری رکعت میں پا لیتا تھا۔ (المسند المستخرج علیٰ صحیح الامام مسلم /کتاب الصلاۃ باب القرأۃ فی الظھر .٧٤/٢(١٠٠٩) یعنی امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ عموماً درمیانی قرأۃ کرتے ، کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی کے ساتھ ہلکا قیام فرمالیتے اور کبھی کبھی بڑی بڑی سورتوں سے لمبا قیام کرنا بھی فرض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

لیکن ہماری صورتحال تو بہت نازک ہے کہ فرضی نمازوں بھی مختصر ترین آیات وسور کا انتخاب اور نوافل میں تو سورۃ الکوثر اور سورۃ الاخلاص کے علاوہ کوئی اور سورت زبان پر ہی نہیں آتی اور اگر کبھی امام صاحب بھولے سے لمبی قرأت کرلیں تو انکی ''شامت'' آجاتی ہے کہ ہم سے اتنی دیر کھڑا نہیں ہوا جاتا ، کاروبار و دوکانداری خراب ہوتی ہے ، ہم ''مسیتڑ'' نہیں ہیں۔ خواہ نماز سے فارغ ہوتے ہی مسجد کے دروازے پر کھڑے گپ شپ میں آدھا گھنٹہ صرف کر دیں۔ رکوع وسجود میں عدم اطمینان کا عالم یہ ہے

قرأت کے الفاظ ابھی منہ میں ہوتے ہیں اور رفع الیدین کے لیے ہاتھ اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات تو رفع الیدین مکمل بھی ہو چکا ہوتا ہے قرأت سے فارغ ہونے سے قبل۔ اور اسی طرح **حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه** کے الفاظ منہ میں ہوتے اور سجدے کیلیے جھکتے ہوئے ہاتھ زمین پر لگ رہے ہوتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ پھر فوراً تکبیر کہہ کر رکوع اور سجدے میں مکمل طور پر پہنچنے سے قبل ہی تسبیحات کا آغاز ہو جاتا ہے کیونکہ زبانیں تو ماشاء اللہ کافی رواں ہو چکی ہیں اور وہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی ہیں سانس اندر کی جانب بھی کھینچیں تو زبانیں ''نان سٹاپ'' سلام پھیرنے سے پہلے رک ہی نہیں سکتیں ہیں سکون اور اطمینان کا تصور معدوم ہو چکا ہے، جلسہ استراحت کو کالعدم قرار دیدیا گیا ہے، تشہد اس قدر مختصر کہ اللہ کی پناہ ایسا اختصار تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر کیا ہے کہ :

﴿لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

''وہ (اپنی نمازوں میں) اللہ کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں'' (النساء ۱۴۲)

اور نبی ﷺ نے بھی کیا خوب تبصرہ فرمایا ہے کہ منافق آدمی عصر کی نماز کو مؤخر کرتا ہے حتیٰ کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو پھر وہ کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے اور نماز میں اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے (مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب التکبیر بالعصر) ایسی ہی نماز کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :

**((اِنَّ الرَّجُلَ لَیَنْصَرِفُ وَمَا کُتِبَ لَهُ اِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا))**

''کہ بندہ نماز کی رکعتیں ساری پڑھ کر چلا جاتا ہے لیکن اس کو نماز پڑھنے کا ثواب صرف دسواں، یا نواں، یا آٹھواں، یا ساتواں، یا چھٹا، یا پانچواں، یا چوتھا، یا تیسرا یا پھر آدھا حصہ ملتا ہے''

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی نقصان الصلاۃ ۷۹۶)

اور اس کی باقی نماز ضائع کر دی جاتی ہے محض اس کی غفلت اور عدم توجہی کی بنا پر، نماز درست طور سے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اور اگر نماز میں عدم اطمینان اور تعدیل ارکان بھی نہ ہو تو اللہ رب

العالمین کے کاغذوں میں وہ نماز، نماز ہی نہیں ہے وہ تو محض ورزش کر کے آیا ہے کیونکہ وہ شخص جس کی نماز میں سکون اور اطمینان نہ تھا ارکان میں تعدیل نہ تھی تو نبی ﷺ نے اس کو بار بار یہی حکم دیا:

((ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))

’’جا جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی‘‘

(بخاری کتاب الاذان باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعه بالاعادة۷۹۳)

اور ایسے بندے کو چوری کے اعتبار سے بدترین کہا ہے جو بندہ رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کر کے نماز کی چوری کرتا ہے (مسند احمد ۲۲۱۳۶) جب ہماری نمازوں کی یہ حالت ہوگی تو پھر کیونکر ہمیں بے حیائی و برائی سے منع کرنے والی بنیں گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس نماز کو نماز ہی نہیں سمجھا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی عبادات کی اصلاح کر کے کما حقہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

## راستے کا حق ادا کرو

قاری عرفان (درجہ اولیٰ)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا ہماری مجلسوں کے بغیر ہمارا گزارا نہیں کیونکہ ہم ان میں باہمی بات چیت کیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو جب تم نہیں مانتے (یعنی عذر پیش کرتے ہو) تو راستے کو اس کے حق دو‘ انہوں نے دریافت کیا‘ راستے کے حق کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| غَضُّ الْبَصَرِ | نگاہ نیچی رکھنا |
| وَكَفُّ الْأَذَى | تکلیف دہ چیز کو دور کرنا |
| وَرَدُّ السَّلَام | سلام کا جواب دینا |
| وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ | نیکی کا حکم دینا |
| وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ | اور برائی سے روکنا |

بخاری» المظالم» باب افنية الدور (٢٤٦٥)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

# نماز وتر کے احکام

ابن بشیر
الحسینوی
(قصور)

## نماز وتر مستحب ہے:

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نجد والوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں'' وہ بولا: ان کے سوا میرے اوپر اور کوئی نماز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ » نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھنا چاہے۔ صحیح بخاری، الایمان، باب الزکاۃ من الاسلام

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالی نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں لوٹ کر آیا، جب موسی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا: اللہ نے کیا فرض کیا تمھاری امت پر؟۔ میں نے کہا پچاس نمازیں ان پر فرض کیں۔ موسی علیہ السلام نے کہا: تم پھر اپنے رب کے پاس واپس جاؤ کیونکہ تمھاری امت میں اس قدر طاقت نہیں میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر گیا اس نے کچھ معاف کر دیں۔ پھر میں لوٹ کر موسی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے بیان، کیا انھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جاؤ کیونکہ تمھاری امت میں اتنی طاقت نہیں، پھر میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا۔ اس نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں اور وہ پچاس کے برابر ہیں میری بات نہیں بدلتی۔'' (صحیح البخاری: ۳۴۹، صحیح مسلم: ۱۶۳)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ مذکورہ دلائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث اور اس موضوع کی دیگر احادیث جن کو میں نے ذکر نہیں کیا اس بات پر دلیل ہیں کہ فرضی نمازیں پانچ ہیں اور ان کے علاوہ باقی نفلی ہیں۔'' (الاوسط: ۵/۱۶۷)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”یہ احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ وتر کو بندوں پر واجب قرار دینے والا ان پر چھ نمازیں واجب کرنے والا ہے۔“(صحیح ابن خزیمہ:۱۳۷/۲)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے دس احادیث سے استدلال کیا ہے کہ نماز وتر فرض نہیں ہے اور وہ ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وتر فرض نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا کہ وہ انھیں بتلائے بے شک اللہ تعالی نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وتر فرض ہوتا تو اللہ تعالی اس کو بھی لوگوں کے لیے واضح کر دیتے۔“(صحیح ابن حبان:۶۵/۵-۶۶)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے آئندہ رات ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور ہم نے امید کی کہ آپ ہماری طرف آئیں گے ہم مسجد میں رہے یہاں تک ہم نے صبح کر دی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہم نے امید کی تھی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے آپ نے فرمایا:«« كَرِهْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ »» میں نے ناپسند سمجھا کہ وتر تم پر فرض کر دیا جائے۔

(صحیح ابن خزیمہ:۱۳۸/۲، ح۱۰۷۰)

## نماز وتر کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ سفر میں بھی نماز وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰۰، مسلم:۷۰۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے جدھر وہ منہ کرے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے مگر فرض اس پر نہ پڑھتے تھے۔“

(صحیح البخاری:۱۰۰۰، صحیح مسلم:۷۰۰، دارالسلام: ۱۶۱۸)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور وہ سامنے لیٹی رہتیں پھر جب وتر رہ جاتے تو آپ انھیں بیدار کر دیتے وہ وتر پڑھ لیتیں۔“

(صحیح البخاری: ۹۹۷، صحیح مسلم: ۷٤٤، دار السلام: ۱۷۳۵)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالی وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٦٤١٠، صحیح مسلم: ٢٦٧٧)

ان احادیث سے نماز وتر کی اہمیت تو ثابت ہوتی ہے لیکن فرضیت نہیں۔

## نماز وتر کا وقت:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو ڈر ہو کہ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ رات کے اول حصے میں (نماز عشاء کے بعد) پڑھ لے۔ اور جس کو امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھے گا تو وہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھے اس لیے کہ آخری رات کی نماز ایسی ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۷۵۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت کی۔ (صحیح البخاری: ١١٢٤، صحیح مسلم: ۷۲۱)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر اول رات میں اور درمیان رات میں اور آخر رات میں سب وقت ادا کیے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہا سحری تک ہوئی۔

(صحیح مسلم: ۷٤۵، دار لسلام: ۱۷۳۷)

نماز کے آخری حصے (فجر) تک نماز وتر کا وقت ہے۔

(صحیح مسلم: ۷٤۵، دار السلام: ۱۷۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب صبح (صادق) ہونے کا خطرہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لو۔ یہ ایک (رکعت پہلی ساری) نماز کو طاق بنا دے گی۔

(صحیح البخاری: ٩٩٠،٩٩٣صحیح مسلم: ٧٤٩)

## نماز وتر کی رکعات کی تعداد:

**ایک وتر:** سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«((الوِتْرُ رَكْعَةٌ مِن آخِرِ اللَّيْلِ))» وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصے میں۔

(صحیح مسلم: ٧٥٢)

ایک وتر کے مسنون ہونے پر بہت زیادہ دلائل ہیں تفصیل کا طالب (الدلیل الواضح از: شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ) کی طرف رجوع کرے۔

**تین اور پانچ وتر:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر ہر مسلمان پر حق ہے پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔

(سنن النسائی: ١٧١٠ ، صححه الألبانی)

**تین وتر پڑھنے کا طریقہ:** دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں پھر ایک وتر الگ پڑھیں۔

(صحیح البخاری: ٦٢٦ ،صحیح مسلم: ٧٥٢)

یا تین وتر اکٹھے پڑھنا اور تشہد صرف آخری رکعت میں بیٹھنا۔ (مسلم: ٧٣٧)

**تنبیه:** تین وتر دو قعدوں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وتر (اکٹھے) نہ پڑھو، پانچ یا سات پڑھو۔ اور مغرب کی مشابہت نہ کرو۔

(سنن الدار قطنی: ١٦٣٤ ،صحیح ابن حبان: ٦٨٠ ،واسناده صحیح) تفصیل کے لیے دیکھئے (فتاوی الدین الخالص: ٥٣٨.٥٣٦/٥)

**فائدہ:** جب تین وتر پڑھنے ہوں تو پہلی رکعت میں سورۃ الاعلی دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنی چاہیے۔

(سنن ابو داؤد: ١٤٢٣ ، سنن ابن ماجه: ١١٧١ قال الاستاذ صحیح)

سات (٧) وتروں کے ثبوت کے لیے دیکھئے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٦/١)

نو (٩) وتروں کے ثبوت کے لئے دیکھئے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٦/١) نو (٩) وتروں میں پہلا

## نماز وتر میں دعاء وتر رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے:

سیدنا ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور دعاء رکوع سے پہلے کرتے۔

(سنن ابن ماجہ:۱۱۸۲ صحیح) **نیز دیکھیں:** مصنف ابن ابی شیبہ(۹۷/۲)

## دعاء وتر کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں:

امام نسائی ؒ نے باب باندھا ہے: «تَرْكُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ فِي الْوِتْرِ.» وتر کی دعاء میں ہاتھوں کا نہ اٹھانا۔(سنن النسائی:قبل ح ۱۷۴۹)

مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری ؒ لکھتے ہیں:

قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں مجھے کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔

(تحفۃ الأحوذی: ۵۶۷/۲)

## دعاء وتر:

**اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَن هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَن وَّالَيْتَ وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ**

(سنن أبو داود: ۱۴۲۵ ، ترمذی: ۴۶۴ وھو صحیح)

## وتروں سے سلام پھیرنے کے بعد کی دعاء:

تین دفعہ کہے: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس» دو دفعہ پست آواز میں۔

(سنن ابو داؤد:۱۴۳۰ وھو صحیح)

اور تیسری دفعہ اونچی آواز میں۔(سنن الدارقطنی:۳۱/۲ ،سنن الکبری للبیهقی :۳۹/۳)

اور آخر میں کہے: «رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوح»

(سنن الدارقطنی:۳۱/۲ ،سنن الکبری للبیهقی: ۴۰/۳)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تفسیر القرآن

(سوالا جوابا)

سورة البقرة

قسط نمبر ۴

محمد عظیم حاصلپوری
(مدرس جامعہ ھذا)

**سوال**: تقویٰ کسے کہتے ہیں۔؟

**جواب**: تقوی گناہوں کو چھوڑنے اور حرام کردہ اشیاء سے بچنے کا نام ہے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تقوی کیا ہے۔؟ انہوں نے کہا کہ کبھی کانٹے دار راستے میں چلے ہو۔؟ جیسے وہاں کپڑوں کو اور جسم کو بچاتے ہو ایسے ہی گناہوں سے بال بال بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا ذَاكَ التُّقَىٰ
ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو چھوڑ دو یہی تقویٰ ہے

تفسیر ابن کثیر (۱/ ۸۷)

**سوال**: متقین کی صفات نوٹ کریں۔؟

**جواب**: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے متقین کی پانچ صفات نوٹ کیں ہیں۔

① ۔ ایمان بالغیب رکھنے والے؛

یعنی ہر اس چیز پر ایمان رکھنے والے جس پر ایمان لانے کا حکم قرآن وسنت نے دیا ہے اگرچہ انہوں نے انہیں دیکھا نہیں مثلا جنت، جہنم، فرشتے، جن، میدان محشر وغیرہ حدیث جبرئیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے۔؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا؛

> ''یہ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے'' صحیح مسلم، الایمان (۸)

② ۔ نمازیں قائم کرنے والے؛

نماز قائم کرنے سے مراد نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق تمام ارکان وشروط کا خیال رکھ کر نماز پڑھنا مثلا خشوع وخضوع، حضور قلب، محافظت صلاۃ، اعتدال وغیرہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں

کہ نماز قائم کرنے کا حکم ہے پڑھنے کا نہیں، اسی قول کے سہارے کتنے ہی لوگ دل کی نماز قائم کیے بیٹھے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

’’پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیئے اور اسی کے لیے قربانی کیجئے‘‘ [الکوثر:٢]

**③۔ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنے والے متقی لوگ ہیں؛**

سورہ انفال میں اللہ تعالی نے مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’(مومن) وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا، خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں‘‘ [الانفال:٤.٣] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے ابن آدم! خرچ کیا کر۔ میں تجھ پر خرچ کروں گا‘‘ مسلم، الزکاۃ(٩٩٣)

**④۔ متقین کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتب پر ایمان بالکامل رکھتے ہیں؛**

اور عملاً صرف قرآن کریم کو دستور حیات خیال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مقامات پر اس مفہوم کو دوہرایا ہے، مثلاً سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے۔

> ’’مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے انکار کرے وہ راستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا۔‘‘ [النساء:١٣٦]

**⑤۔ یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے؛**

یعنی موت کے بعد وقوع پذیر ہونے والے تمام معاملات پر ایمان رکھتے ہیں سورۃ لقمان میں اللہ نے نیک لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’(محسنین) وہ ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں‘‘ [لقمان:٤]

**سوال**: کیا عہد رسالت میں تمام لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔؟

**جواب**: نہیں! بلکہ کچھ بدنصیب ایسے بھی عہد رسالت میں موجود تھے کہ جنہوں نے ہر معجزہ اور اللہ کی

نشانی دیکھ لی تھی لیکن ہٹ دھرمی اور تعصب نے انہیں آباء کی اتباع سے پیچھے نہ ہٹنے دیا۔

تفسیر طبری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بڑی حرص تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور ہدایت قبول کرلیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ سعادت ہر ایک کے حصہ میں نہیں، یہ نعمت بٹ چکی ہے جس کے حصے آئی ہے وہ آپ کی مانے گا اور جو بدقسمت ہیں وہ ہرگز ہرگز اطاعت کی طرف نہ جھکیں گے۔

[الطبری:۱/۲۵۳]

**سوال**: دلوں پر مہر کیوں اور کیسے لگتی ہے۔؟

**جواب**: کفر و معصیت کے مسلسل ارتکاب کی وجہ سے دل قبول حق کی استعداد کھو بیٹھتے ہیں کان حق سننے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، نگاہیں رب کی کائنات میں بھری نشانیاں دیکھنے سے محروم ہوجاتی ہیں تو اللہ ان کے عمل اور ہٹ دھرمی کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے مہر کیسے لگتی ہے اس کی وضاحت حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پھر اگر وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل اس نقطہ سیاہ سے صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے پس یہ ران یعنی زنگ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ۔ ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ”یوں ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر یہ اس چیز یعنی گناہ کا زنگ ہے جو وہ کرتے تھے“ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر خیر و بھلائی بالکل باقی نہیں رہی۔“

ترمذی؛(٣٣٣٤) و ابن ماجه (٤٢٤٤) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**سوال**: منافق کسے کہتے ہیں اور اسکی چند علامات ذکر کریں۔؟

**جواب**: دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنے والے کو منافق کہتے ہیں یعنی جسکا قول و عمل اور ظاہری اور پوشیدہ حالت مختلف ہو وہ منافق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ آیات میں اس منافق کا تذکرہ کیا کہ وہ ایمان حقیقی لاتا ہی نہیں، اظہار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس طرح میں مومنوں اور اللہ کو دھوکہ دے رہا ہوں حالانکہ دھوکا تو اس کے ساتھ ہو رہا ہے کہ دنیا میں اسے مسلمان قرار دیا گیا

اور روز قیامت اس کے ساتھ ایسا سلوک ہوگا کہ اسے جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ڈالا جائے گا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے

’’بے شک منافق لوگ اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کررہے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے‘‘[النساء:۱۴۲]

رسول اللہ ﷺ نے منافقین کی چند علامات بھی ذکر فرمائی ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جس کے اندر ہوں وہ منافق ہے۔

| | |
|---|---|
| اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ | جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے |
| وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ | اور جب وہ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے |
| وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ | اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے |

ایک روایت میں ہے کہ جب جھگڑا کرتا ہے تو بدزبانی کرتا ہے۔

مسلم، الایمان، باب خصال المنافق (۵۸، ۵۹) والبخاری(۳۳)

○○○

قارئین کے لیے عظیم خوشخبری

قارئین مجلّہ المکرّم اب مجلّہ کو انٹرنیٹ پر بھی وزٹ کرسکتے ہیں

www.Asslafia.co.cc

○○○

نوٹ: قارئین کے لیے یقیناً یہ خبر خوشی کا باعث ہوگی کہ ان کی خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے جلد ہی ’’سہ ماہی مجلّہ المکرّم‘‘ کو ماہنامہ کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

# چند مسلمان بچے

رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ھذا)

## بچہ قوم کا امام بن گیا

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''ارے! تو عمرو بن سلمہ سے نہیں ملا؟ عمرو سے ملاقات ہو تو اس سے امامت والا واقعہ تو سننا۔'' اب میں عمرو بن سلمہ سے جا ملا اور اس سے مذکورہ واقعے کے بارے میں پوچھنے لگا۔ عمرو بن سلمہ مجھے بتانے لگا: ''بات یوں ہے کہ ہم لوگ ایک چشمے پر رہا کرتے تھے وہ ایسی جگہ تھی کہ آنے جانے والے مسافر وہاں سے گزرتے تھے۔ سوار لوگ بھی ہمارے پاس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے۔ ہمارے لوگ ان مسافروں سے پوچھتے کہ یہ شخص (محمد ﷺ) کیا کہتا ہے اور لوگ ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس پر وہ بتلاتے کہ وہ شخص (محمد ﷺ) دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کی طرف وحی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دلیل کے طور پر قرآن کا کوئی مقام بھی پڑھ دیتے۔ میں یہ کلام سنتا تو اسے حفظ کر لیتا۔ یہ کلام میرے دل کو خوبصورت لگتا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عرب کے عام لوگ مکہ کی فتح تک اسلام قبول کرنے سے رکے ہوئے تھے، وہ کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اور اس کی قوم کو باہم لڑنے دو، اگر تو محمد (ﷺ) ان پر غالب آ گئے تو وہ واقعی سچے نبی ہوں گے۔

چنانچہ اس سوچ کے تحت جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ہمارا قبیلہ بھی دوڑا۔ میرے والد صاحب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیے آئے، پھر جب مکہ میں اسلام قبول کر کے واپس آئے تو آ کر اپنے لوگوں سے کہنے لگے: ''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر تمہیں بتلاتا ہوں کہ میں جس نبی کو مل کر تمہارے پاس آیا ہوں وہ نبی سچے نبی ہیں۔ اور پھر کہنے لگے: ''انہوں نے کہا ہے، فلاں نماز! فلاں وقت پر اور اس اس طرح پڑھنا شروع کرو اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے اور پھر امامت وہ کروائے جس کو تم لوگوں میں سب سے

زیادہ قرآن یاد ہو۔‘‘

اب لوگ جائزہ لینے لگے کہ کس کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ مجھ سے بڑھ کر تو کوئی نہ تھا، کیوں کہ میں تو آنے جانے والوں سے قرآن سنتا اور اس کو یاد کر لیتا تھا۔ چنانچہ سب نے مل کر مجھے ہی آگے کر دیا۔ میری عمر اس وقت چھ سال یا حد سات سال ہو گی۔ اب مجھ ایک چادر تھی جسے اوڑھ کر میں امامت کرواتا تھا۔ جب میں سجدے میں جاتا تو پیچھے سے ننگا ہو جاتا، ایک دفعہ ایک قبیلے کی عورت نے سجدے میں مجھے دیکھ لیا تو اس نے بلند آواز سے کہا: ارے ہم سے اپنے قاری صاحب کا ستر تو چھپا لو۔ اب کیا ہوا؟ لوگوں نے ایک کپڑا خریدا اور میرے لیے ایک لمبی سی قمیص بنائی۔ مجھے یہ قمیص پہن کر جس قدر خوشی ہوئی اتنی خوشی مجھے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ بخاری، المغازی، (٤٣٠٢)

## اے بچے! پینے کے لیے دودھ مل سکتا ہے..؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے: ’’اے بچے! پینے کے لیے دودھ مل سکتا ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’ہاں! مگر میں تو مؤتمن ہوں (یعنی یہ تو میرے پاس امانت ہیں)‘‘۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تو پھر ایسی بکری ہمارے پاس لے آؤ جو ابھی تک دودھ دینے کے قابل نہیں ہوئی (یعنی جس نے ابھی بچہ نہیں جنا)‘‘۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے دودھ نکالا، خود پیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نوش فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس بکری کے تھن کے لیے کہا کہ تو اپنی پہلی حالت میں چلا جا۔ تو وہ ویسا ہی ہو گیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب قریب ہوا اور عرض کی کہ میرے لیے دعا فرمائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

((يَا غُلَامُ! يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! فَإِنَّكَ عَلِيمٌ مُعَلَّمٌ))

’’اے بیٹے! اللہ تجھ پر رحم فرمائے، یقیناً تو علم رکھنے والا اور علم سکھایا ہوا ہے‘‘۔

بیہقی کی روایت میں بکری کی جگہ اونٹنی کا ذکر ہے۔

حياة الصحابة (٣/٣٥٦). البداية والنهاية (٦/١٠٢)

## بچے جو دیکھتے ہیں وہ کرتے ہیں

غزوہ حنین سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور مؤذن کو اذان کہنے کا کہا۔ مؤذن نے اذان کہی تو پاس موجود کفار کے بچے کھیل رہے تھے وہ نقل اتارنے لگے۔ ان میں ابومحذورہ بھی موجود تھے۔ وہ بھی نقل اتارنے لگے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کو ان کی آواز بہت اچھی لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بچے کو پکڑ کر لاؤ۔ بچے کو لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا کر رہے تھے؟ اس نے کہا: نقل اتار رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوبارہ کہو۔ ابومحذورہ نے اذان کہنی شروع کی۔ اس کی آواز بہت اچھی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دُعا فرمائی:

**((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْهِ وَاهْدِهٖ اِلٰی الاسْلَامِ))**

"اے اللہ! اس بچے میں برکت ڈال دے اور اسے ہدایت نصیب فرما"۔

تو اسی وقت ابومحذورہ ؓ کی کیفیت بدل گئی، قسمت جاگ اٹھی اور زبان سے بے اختیار کہہ اُٹھے:

**((اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ))**

اور مسلمان ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

**((اِذْهَبْ اَنْتَ مُؤَذِّنُ اَهْلِ مَكَّةَ))**

"اے ابومحذورہ (ؓ)! جاؤ تم اہل مکہ کے مؤذن بن چکے ہو"۔

الاستیعاب (۲/۶۸۰). تهذیب التهذیب (۲/۲۲۳).

## اے لڑکے! تو کیوں درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے۔؟

حضرت ابن ابی حکم الغفاری کی دادی ابورافع بن عمرو رضی اللہ عنہما کے چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لڑکا تھا۔ انصار کی کھجور کے درختوں پر ڈھیلے مارا کرتا تھا۔ لوگ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! تو کیوں درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے۔؟ میں نے کہا: میں کھجوریں کھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ڈھیلے مت مارا کر، جو نیچے گر جائیں انہیں اٹھا کر کھالیا کر۔: **((ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهٗ))** "سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اے اللہ! اس کے پیٹ کو بھر دے"۔ سنن ابی داؤد، الجهاد، باب فی ابن السبیل یاکل ..... (۸۵۱)

چھٹی قسط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

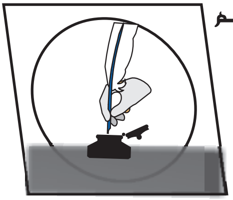

# بزرگوں کی باتیں

ابوعبدالرحمن حاصل پوری

## سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ

سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے، ان دنوں بنو تیم قبیلے کا ایک آدمی مدائن آیا، اپنے ساتھ تجارت کے غرض سے یا کسی دوسرے مقصد سے انجیر کا ایک ڈھیر لایا تھا۔ سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اس وقت چوغہ زیب تن کیے کہیں جا رہے تھے کہ اس نے دیکھا اور سمجھا کہ شاید کوئی قلی ہے، ان کو بلا کر کہنے لگا:

"ادھر آؤ اور انجیر کا یہ گٹھا اٹھاؤ۔"

سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھا اٹھا لیا۔ دوسرے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو اس شخص کو سمجھانے لگے کہ

"ارے! یہ تو مدائن کے گورنر ہیں۔"

اب وہ آدمی پریشان ہو گیا اور کہنے لگا:

"کہ مجھے معاف کر دیجیے! گستاخی ہو گئی، میں آپ کو جانتا نہیں تھا۔"

سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اب میں یہ سامان اس وقت تک نیچے نہیں اتاروں گا جب تک تجھے تیری منزل مقصود تک نہ پہنچا دوں۔ لہٰذا میں تیرے گھر پہنچنے سے پہلے اسے نیچے نہیں رکھوں گا۔"

الطبقات الکبریٰ (٦٤/٤)

## حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابراہیم بن جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ایک گھوڑے کی خرید کے سلسلے میں منڈی گئے۔ ایک گھوڑا آپ رضی اللہ عنہ کو پسند آ گیا۔ آپ نے اپنے غلام کو بھیجا کہ اس کے مالک سے قیمت طے کر کے گھوڑا خرید لو۔

اس نے جا کر مالک سے بات کی اور تین سو درہم قیمت لگائی۔ مالک نے انکار کیا اور کہا میں اتنی کم قیمت میں گھوڑا نہیں بیچ سکتا۔ اس نے کافی کوشش کی لیکن وہ تین سو پر راضی نہ ہوا۔

غلام نے کہا اگر آپ میرے آقا سے خود بات کرنا چاہیں تو میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ غلام گھوڑے اور مالک کو لے کر حضرت جریر ؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں نے اس شخص کو تین سو درہم کہہ دیا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ میرا گھوڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے۔ اس شخص نے کہا:

''خدا آپ کا بھلا کرے کیا آپ اس کو جائز قیمت سمجھتے ہیں؟''

آپ ؓ نے فرمایا: ''نہیں! نہیں! یہ تمہارا گھوڑا واقعتاً قیمتی ہے''۔

آپ ؓ نے کہا:

''تم پانچ سو درہم لے لو''۔

وہ تو راضی ہو گیا لیکن آپ ؓ نے محسوس کیا کہ شاید قیمت ابھی کم ہے۔ آپ ؓ نے فرمایا:

''چھ سو بلکہ سات سو لے لو''۔

یہاں تک کہ آپ ؓ نے اسے آٹھ سو درہم دے کر وہ گھوڑا اس سے خرید لیا۔ اور فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ میں ہر مسلمان سے خیر خواہی کروں گا'' تہذیب الأسماء (١/١٥٤)

## حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ

حضرت ابو وائل ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود ؓ کے ساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم ؒ تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے، جب اس کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت کی:

((اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا) فَصَعِقَ يَعْنِى الرَّبِيْعَ وَحَمَلُوْهُ اِلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ فَرَابَطَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَى الظُّهْرِ فَلَمْ يُفِقْ))

”جب جہنم کافروں کو درر سے دیکھے گی تو کافر جہنم کا چیخنا چنگھاڑنا سن لیں گے۔ (فرقان:۱۲) یہ سن کر ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہوکر گر پڑے، لوگ انہیں چارپائی پر ڈال کر گھر لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس (صبح سے لے کر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش نہ آیا۔“

ابن كثير (٣/٤١٥)

## حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

**((بَاتَ سُفْيَانُ رَحِمَهُ اللهُ عِنْدِيْ فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْاَمْرُ جَعَلَ يَبْكِيْ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدَ اللهِ اَرَاكَ كَثِيْرَ الذُّنُوْبِ فَرَفَعَ شَيْئًا مِنَ الْاَرْضِ وَقَالَ وَاللهِ لَذُنُوْبِيْ اَهْوَنُ عِنْدِيْ مِنْ ذَا اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اُسْلَبَ الْاِيْمَانُ قَبْلَ اَنْ اَمُوْتَ))**

”حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے رات میرے پاس گزاری، جب زیادہ پریشان ہوئے تو رونے لگے، ایک آدمی نے ان سے پوچھا: ”اے ابوعبداللہ! کیا کثرت گناہوں کی وجہ سے رو رہے ہو؟“ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمانے لگے ”واللہ! گناہوں کا معاملہ میرے نزدیک اس تنکے سے بھی زیادہ ہلکا ہے، مجھے تو ڈر یہ ہے کہیں موت سے پہلے میرا ایمان نہ چھن جائے۔“

صفة الصفوة (٣/١٥٠)

## حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

”حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ سونے میں کہیں مجھ پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ”لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ۔“ الحلية (٢/٣٦٩)

# آداب طعام

عزیز الرحمٰن (درجہ خامسہ)

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا: ''ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو رہنمائی کے لیے مکمل، کامل نمونہ اور مثال بنایا ہے۔'' (الاحزاب:٢١)

جہاں رسول اکرم ﷺ نے زندگی کے دیگر مسائل مثلاً: نماز، روزہ، زکواۃ، حج، لین دین اور معاشرتی مسائل میں امت کی رہنمائی فرمائی وہاں پر آپ ﷺ نے آداب طعام وشراب میں بھی اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس مضمون میں ہم ان شاء اللہ العزیز قرآن اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں چند چیزیں سیکھیں گے۔

**(١)حلال کھانے کھاناچاهیے :** ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اللہ کے عطا کیے حلال رزق سے کھاؤ'' (المائدہ:٨٨)

**(٢)کھانے کے آغازمیں الله کانام لینا :** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔'' (بخاری:٥٣٧٦)، (مسلم:٢٠٢٢)

معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا لازمی ہے کیونکہ اگر کھانے کے آغاز میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان بھی اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے اچانک ایک لڑکی آ گئی گویا اسے دھکیلا جا رہا ہے (یعنی بڑی تیزی سے آئی) اور کھانے کے لیے اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو رسول معظم ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ''یقیناً شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال اور جائز سمجھ لیتا ہے جس کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔'' (مسلم:٢٠١٧)

**(٣)ابتداء میں اگربسم الله بھول جائے تویہ دعاپڑھني چاهیے :**

((بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ)) (ابوداؤد:٣٧٢٧)

**(٤)دائیں هاته سے کھاناچاهیے :** رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

''دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ'' بخاری (۵۳۷۶)

دائیں ہاتھ سے کھانا ضروری ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نبی محترم ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ وہ آدمی کہنے لگا میرے اندر دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو کبھی بھی اس کی طاقت نہ رکھے، اس نے نبی کریم ﷺ کا حکم صرف تکبر کی وجہ سے نہیں مانا۔ پھر وہ کبھی بھی دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک نہیں لے جا سکا۔'' (مسلم :۱۵۹)

(۵) **کھانا اپنے آگے سے کھانا چاہیے** : فرمان نبوی ہے۔

''اپنے آگے سے کھاؤ'' (بخاری :۵۳۷۶)

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا میرا ہاتھ برتن کے دائیں بائیں آگے پیچھے گھوم رہا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھاؤ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔'' (بخاری :۵۳۷۶)

معلوم ہوا کہ ہمیشہ اپنے آگے سے کھانا چاہیے تا کہ دوسرے ساتھی تنگ نہ ہوں۔

(۶) **کھانا برتن کے درمیان سے نہیں کھانا چاہیے** : عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے لہذا کناروں سے کھاؤ درمیان سے نہ کھاؤ'' (ترمذی :۱۸۰۵ ، ابوداؤد:۳۷۷۲)

(۷) **کھانا اکٹھے کھانا چاہیے** : فرمان رسول ﷺ ہے۔

''اکٹھے مل کر کھاؤ علیحدہ علیحدہ ہو کر مت کھاؤ۔'' (ابن ماجہ:۳۲۹۵)

(۸) **اگر لقمہ گر جائے تو اٹھا لینا چاہیے اور برتن کو صاف کرنا چاہیے** :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب کھانا کھاتے اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا لے اس سے گندگی (مٹی) دور کر دے اور کھا لے اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ آپ ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم برتن کو چاٹ کر صاف کر لیا کریں اور فرماتے بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے

کھانے (لقمے) میں برکت ہے۔ (مسلم:۲۰۳٤)

### (۹)کھانے سے فارغ ہوتے وقت ہاتھ چاٹ لینے چاہیے :

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے سے فارغ ہوجائے تو اپنی انگلیوں کو صاف نہ کرے بلکہ یا تو آپ چاٹ لے یا کسی دوسرے کو چٹوالے۔‘‘ (بخاری:٥٤٥٦)

### (۱۰)کھانے کے اختتام پر دعامانگني چاهيے :

معاذ بن انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا:’’جو شخص کھانا کھالے وہ یہ دعا پڑھے۔

((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَاوَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ))

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور مجھے رزق دیا بغیر میری طاقت یا تدبیر اور قوت کے۔‘‘ تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد:٤٠٢٣)

### (۱۱)کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہیے :

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر پسند ہوتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (بخاری:٣٥٦٣)

**(۱۲)ٹیک لگاکر نہیں کھانا چاہیے :** وہب بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔‘‘ بخاری (٥٣٩٨)

### (۱۳)تین انگلیوں کے ساتھ کھانا:

کعب بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ تین انگلیوں کی مدد سے کھانا تناول فرمارہے تھے۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں چاٹ لیں۔ (مسلم :٢٠٣٢)

اگر انسان ان باتوں پر عمل کرے تو دنیا بھی بہتر اور آخرت بھی بہتر ہوجائے پیٹ بھی بھر جائے اور سنت پر بھی عمل ہوجائے۔

# اسلامی معاشرے کے اوصاف

**محمد عثمان مدنی (درجہ ثالثہ)**

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے حالانکہ یہ سراسر دشمنان اسلام کا پروپیگنڈہ ہے۔ پیغام سیرت سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے اندر وہ اوصاف پیدا ہوں جن کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس کلمہ کے ذریعے سے جو انقلاب برپا کیا تھا اس سے فی الواقع انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ایک فطرتی طریقہ سے اسلامی تغیر رونما ہوگیا تھا۔ اس کے ذریعہ سے ایک ایسا اسلامی معاشرہ معرض وجود میں آگیا جس میں ہمہ پہلو تبدیلی آگئی تھی۔

جیسا کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں حضور ﷺ کے اسلامی انقلاب کے بارے میں فرمایا کہ: ''جب وہ عرب میں برپا ہوا ذہنیت بدل گئی، زاویہ نگاہ بدل گیا، سوچنے کا طریقہ بدل گیا، زندگی کا طرز بدل گیا، اخلاق کی دنیا بدل گئی، عادات اور خصائل بدل گئے غرض ایک پوری قوم کی کایا پلٹ کر رہ گئی۔ جو زانی تھے وہ عورتوں کی عصمت کے محافظ بن گئے، جو شرابی تھے وہ منع شراب کی تحریک کے علمبردار بن گئے، جو چور اور اچکے تھے انکا احساس دیانت اتنا نازک ہوگیا کہ دوستوں کے گھر کھانے میں بھی ان کو اس بنا پر تامل تھا۔''

کہ مبادا ناجائز طریقہ سے مال کمانے کا اطلاق ان پر بھی نہ ہو جائے حتی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو انہیں اطمینان دلانا پڑا کہ اسطرح کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں (النور: ٦)

جو ڈاکو اور لٹیرے تھے وہ اتنے امین بن گئے کہ انکے معمولی سپاہی کو پائیہ تخت ایران کی فتح کے موقع پر کروڑوں کی قیمت کا تاج شاہی ہاتھ لگا اور وہ رات کی تاریکی میں اپنے پیوند لگے کمبل میں اسے چھپا کر سپہ سالار کے حوالے کرنے کیلئے پہنچتا ہے کہ اس غیر معمولی واقعہ سے اسکی دیانت کی شہرت نہ ہو جائے اور وہ جن کی نگاہ میں انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی جو اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے انکے اندر جان کا اتنا احترام پیدا ہوگیا کہ کسی مرغ کو بھی بے رحمی سے ذبح ہوتے نہیں

دیکھ سکتے تھے۔

وہ جن کو راستبازی اور انصاف کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ انکے عدل وراستی کا یہ حال ہو گیا کہ خیبر کی صلح کے بعد جب انکا تحصیل دار یہودیوں سے سرکاری معاملہ وصول کرنے گیا تو یہودیوں نے اس کو ایک خطیر رقم اس غرض کیلیئے پیش کی کہ وہ سرکاری معاملہ میں کچھ کمی کر دے مگر اس نے رشوت سے انکار کر دیا اور یہودیوں کے درمیان پیداوار کا آدھا حصہ اسطرح تقسیم کیا کہ دو برابر کے ڈھیر آمنے سامنے لگا دیئے اور یہودیوں کو اختیار دے دیا کہ دونوں ڈھیر میں سے جس ڈھیر کو چاہو اٹھا لو۔

اس نرالے قسم کے تحصیلدار کا یہ طرز عمل دیکھ کر یہودی انگشت بدنداں رہ گئے اور بے اختیار انکی زبان سے نکلا کہ اسی عدل پر زمین وآسمان قائم ہیں۔ انکے اندر وہ گورنر پیدا ہوئے جو گورنمنٹ ہاؤس میں نہیں بلکہ رعایا کے درمیان انہی جیسے گھروں میں رہتے تھے۔ رات دن میں ہر وقت جو چاہتا ان سے انٹرویو کر سکتا تھا۔ انکے اندر قاضی پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے یہودی کے خلاف خود خلیفہ وقت کا دعویٰ اس بناء پر خارج کر دیا کہ خلیفہ اپنے غلام اور بیٹے کے سوا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔

انکے اندر وہ سپہ سالار پیدا ہوئے جن میں سے ایک نے دوران جنگ میں ایک شہر خالی کرتے وقت پورا جزیہ یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم اب تمہاری حفاظت سے قاصر ہیں۔ لہذا جو ٹیکس ہم نے حفاظت کے معاوضہ میں وصول کیا اسے رکھنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ ان میں وہ ایلچی وسفیر پیدا ہوئے جن میں سے ایک سپہ سالار نے ایران کے بھرے دربار میں اسلام کے اصول مساوات انسانی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایران کے طبقاتی امتیازات پر ایسی برمحل تنقید کی کہ خدا جانے کتنے ایرانی سپاہیوں کے دلوں میں اس مذہب انسانیت کی عزت ووقعت کا بیج اسی وقت پڑ گیا ہوگا۔

انکے اندر وہ شہری پیدا ہوئے جن کے اندر اخلاقی ذمہ داری کا احساس اتنا زبردست تھا کہ جن کو جرائم کی سزا ہاتھ کاٹنے اور پتھر مار مار کر ہلاک کر دینے کی صورت میں دی جاتی تھی انکا اظہار خیال خود آ کر کرتے تھے، اور تقاضا کرتے تھے کہ سزا دے کر انہیں گناہ سے پاک کر دیا جائے۔ تاکہ چور اور زانی کی حیثیت سے خدا کے سامنے پیش نہ ہو۔ ان میں وہ سپاہی پیدا ہوئے جو تنخواہ لے کر نہیں لڑتے تھے بلکہ اس مسلک کی خاطر جن پر وہ ایمان لائے تھے۔ وہ اپنے خرچ پر میدان جنگ جاتے اور پھر

جو مال غنیمت ہاتھ لگتا وہ سارے کا سارا سپہ سالار کے سامنے لا کر رکھ دیتے تھے۔

کیا اجتماعی اخلاق اور اجتماعی ذہنیت کا اتنا زبردست تغیر محض لڑائیوں کے زور سے ہو سکتا تھا۔ تاریخ آپ کے سامنے موجود ہے کہیں آپ کو ایسی مثال ملتی ہے کہ تلوار نے انسانوں کو اسطرح بدلا ہو۔ یہ تمام کی تمام تبدیلی اس وجہ سے ان کے اندر آئی کہ انہوں نے کلمہ طیبہ کو شعوری طور پر سمجھا اور پورے خلوص کیساتھ اس کو قبول کیا اسکے تقاضے اسطرح پورے کیے جسطرح پیغام سیرت میں ہدایات دی گئی ہیں۔ تب جا کر وہ انسانی معاشرہ دنیائے انسانیت کے سامنے آیا جس کی تھوڑی سی جھلک اوپر دی گئی ہے۔

اس کلمہ توحید کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ انسان کو اندر سے بدل دیتا ہے۔ کیونکہ جب یہ کلمہ اسکے دل و دماغ میں اس تصور کو راسخ کر دیتا ہے کہ تو خدا کا نائب اور خلیفہ ہے جو بادشاہ قدوس ہے جو سمیع و بصیر ہے اور جس سے تیری کوئی حرکت پوشیدہ نہیں۔ اب جس انسان کے اندر خدا کے بارے میں یہ شعور پیدا ہو جائے تو پھر اس کے اندر تبدیلی آئے بغیر نہیں رہ سکتی وہ اپنی تمام صلاحیتوں ،قوتوں اور وسائل زندگی کو فضول کاموں میں لگانے کی بجائے کتاب و سنت کے مطابق ان امور میں خرچ کریگا جن سے دنیا میں اسے اپنے مقصد زندگی میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہو۔ یہی وہ سوچ اور فکر ہے جو یہ انقلابی کلمہ انسان کے اندر پیدا کرتا ہے اسکے پیدا ہوتے ہی اس کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے۔ اس وقت یہ حقیقت اسکے سامنے بے نقاب ہو جاتی ہے:

’’اے انسان! یہ ساری کائنات تو ہے تیرے لیے مگر تو ہے صرف خدا کیلئے۔‘‘ سورۃ البقرۃ(۲/۲۹، ۳۰)

محبت کر خدا سے خدمت کر اسکے بندوں کی
خدا مل جائے گا تجھے دعا لیا کر دردمندوں کی

## ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

ملک عمر شرقپوری

② سیر الصحابہ

# دُعائے رسول ﷺ

## پانے والي پاك باز هستياں

## سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

**ابو عبد الرحمن حاصلپوري**

خادم رسول حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک حضور اکرم ﷺ کی خدمت کی اور آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ (اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! انس آپ کا خادم ہے، اس کے لیے دعا کریں“۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

**((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ وَ بَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ))**

”اے اللہ! اس کے مال واولاد کو زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اسے دیا ہے اس میں برکت عطا فرما“۔

صحیح بخاری، الدعوات، باب الدعاء بکثرۃِ المال مع البرکۃ (۶۳۷۸) (۶۳۷۹) (۶۳۸۱)، ومسلم (۶۳۷۲)، والترمذی (۳۸۲۹)، تحفۃ الاشراف (۱۸۳۲۲).

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بچہ تھا اور میرے ساتھ میری والدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے لیے اللہ سے دعا کریں“۔ تو نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

**((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ وَ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ))**

”اے اللہ! اس کو مال واولاد کثرت سے عطا فرما، اور اسے جنت میں داخل کر“۔

صحیح مسلم، المساجد، باب جواز الجماعة فی النافلة والصلاة علی حصیر (۱۴۹۹)، والترمذی (۳۸۲۹)، بخاری فی الکبیر (۱۲۷/۸)، والبیهقی فی دلائل النبوة (۱۹۴/۶).

چونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے درازیٔ عمر اور مال واولاد میں برکت کی دعا کی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال سے متجاوز ہوئی۔

اولاد میں برکت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میری اولاد اور پوتے پوتیوں کی تعداد سو سے زائد ہے اور مال میں برکت کا اثر یہ تھا کہ دوسرے لوگوں کے باغات سال میں ایک مرتبہ پھل دیا کرتے تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا۔ ۹۳ھ کو ایک سو تین (۱۰۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔

## میرے پسندیدہ اشعار

بدل کر بھیس پھر آتے ہیں زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات ومنات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

عبدالرحمٰن، خالد سلیم

کردار کی عظمت کو کبھی رسوا نہ کیا ہم نے
دھوکے تو بہت کھائے لیکن دھوکہ نہ دیا ہم نے

عبداللہ صادق آباد

کیوں تو بندہ اپنی مستیوں میں تمرک رہتا ہے
خدا جب دیتا ہے جھٹکا تو اذانیں یاد آتیں ہیں

احمد ندیم

یہ دو دن کی زندگی نہ اتنا اچھل کے چل
یہ راستہ چلو چل کا ہے ذرا سنبھل کے چل

آفتاب یونس

## بچوں کی دنیا

# اس دور میں اسلام کیسے رائج ہوگا

حافظ محمد صہیب رومی (درجہ اولیٰ)

قارئین کرام! اس مہنگائی کے دور میں ہر کوئی پریشان ہے، کسی کی بھی عزت محفوظ نہیں ہر طرف ڈاکے، چوری، کافروں کی طرف سے نبی پاک ﷺ کی گستاخی اور زنا وغیرہ جیسے گناہ ہر طرف پھیلتے جا رہے ہیں۔ آخر انکی وجہ کیا ہے کہ ایک اسلامی ملک کے ہونے کے باوجود پھر بھی ہر طرف برائیاں ہی برائیاں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔

قارئین کرام! آج میں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب کام کیوں ہو رہے ہیں انکی اصل وجہ کیا ہے۔؟ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام سے بہت دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کافر ہمارے نبی ﷺ کی گستاخی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اوپر سے ہم مسلمان کہلاتے ہیں مگر اندر سے پورے کے پورے ہم کافروں کے طور طریقے پر چل رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بدنام ہو رہے ہیں آئے دن وہ یہودی نبی ﷺ کی گستاخی کرتے رہتے ہیں اور ہم سے کچھ بھی نہیں ہوتا، کیونکہ ہم انکے طور طریقے پر چلتے ہیں آخر میں یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی اس کمزوری کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے؟

قارئین کرام! اسلام نے ہر دور میں انسان کی رہنمائی کی ہے آیئے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں کہ ہم اس کمزوری کو کیسے دور کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

”تم بہترین امت ہو کیونکہ تم لوگوں کو نیکی کی دعوت اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر یقین رکھتے ہو“

سورۃ آل عمران(۳/۱۱۰)

اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر نیکی کی دعوت دی جائے اور برائی سے روکیں گئے تو بہترین

امت کہلائیں گے اگر ہم لوگوں کو دعوت دیں تو بعض قسم کے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب انکو کہیں کہ آپ بھی دعوت دیا کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کام صرف مولویوں کا ہے۔

نہیں یہ مولویوں کا نہیں بلکہ سب مسلمانوں کا کام ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں حدود اللہ کا نفاذ ہو جائے اور اسلام بھی رائج ہو جائے، سب کی عزت محفوظ ہو جائے اور ہر شخص امن میں آجائے تو سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہوگا، خود کو اللہ کے احکام پر پابند کرنا ہوگا، پھر ان احکام کی دعوت اپنے گھر والوں کو، پھر دوستوں کو، پھر رشتہ داروں کو دعوت دینی ہوگی، پھر اس سے دنیا میں ایک اسلامی معاشرہ بنے گا اور معاشرے سے ملک بھی صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنے گا اور پھر ہم بہترین امت بھی صحیح معنوں میں کہلائیں گے اور اسلام بھی رائج ہوگا۔ اگر ہم اسطرح چاہیں کہ حکومت کرے کہ اسلام رائج ہو جائے گا تو یہ نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ پہلے ہم خود کو پھر گھر والوں کو پھر معاشرے کو ٹھیک کر کے اپنے ملک میں ہر طرف سے اسلام کا بول بالا کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## موت اٹل

حافظ ابتسام شاہد (کلاس: قاری احسان اللہ صاحب)

- اگر موت کو حکومت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو فرعون کو کبھی موت نہ آتی۔
- اگر موت کو وزارت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو ہامان کو کبھی موت نہ آتی۔
- اگر موت کو دانائی کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو لقمان کو کبھی موت نہ آتی۔
- اگر موت کو دولت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو قارون کو کبھی موت نہ آتی۔
- اگر موت کو وفاؤں کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو بیوی اور میاں کو کبھی موت نہ آتی۔

## سیار بن وردان رحمہ اللہ کے آنسو

حافظ ارسلان مجاہد (شعبہ حفظ)

ہشیم فرماتے ہیں کہ ہم سیار بن وردان کے پاس گئے اور وہ رو رہے تھے، چنانچہ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رولایا ہے؟ فرمانے لگے: مجھے مجھ سے پہلے عبادت گزاروں نے رولایا ہے۔

سیرۃ أعلام النبلاء (٥/٣٥٤)

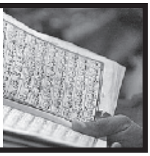

# نزول قرآن کا مقصد

مدثر اشفاق (درجہ ثالثہ)

ا۔ ہمارے رب نے یہ قرآن کس لئے نازل کیا ہے۔؟

۲۔ کیا اس لئے کہ اس سے تعویذ گنڈے بنائے جائیں اور بچوں اور مریضوں کو پہنائے جائیں۔؟

۳۔ یا اس لئے کہ مکار لوگ اسے برتنوں پر لکھا کریں اور دھو کر اس کا پانی مریضوں اور سحر زدہ لوگوں کو پلائیں۔؟

۴۔ یا اس لئے کہ کام چور اور بے عمل لوگ بھیک مانگنے کیلئے راستوں پر پڑھا کریں۔

۵۔ یا اس لئے کہ پورا قرآن ایک صفحہ میں چھاپ کر زینت اور برکت کیلئے دیواروں اور تعویذ بنا کر گردنوں میں لٹکایا جائے۔؟

۶۔ یا اس لئے کہ پیشہ ور لوگ اسکے تعویذ بنائیں اور مسجدوں کے دروازوں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر فروخت کریں، آیۃ الکرسی اور معوذتین کے تعویذ پانچ پانچ آنے میں دیں۔؟

۷۔ یا اللہ نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ قوال اور گویئے اسکو گائیں اور سننے والے اسکے نغموں اور موسیقی پر اچھل کود کریں اور جوش طرب میں آہ اور واہ کی بارش کریں۔؟

۸۔ یا اس لئے کہ بغیر سوچے سمجھے محض طوطوں کیطرح اسکی تلاوت کی جائے۔؟

۹۔ یا اس لئے اتارا گیا تھا کہ اس سے جہاں ہمارے اسلاف نے دنیا فتح کر ڈالی تھی اب اس کے بجائے آج وہی قرآن کسی اندھیرے گوشے میں غلاف کے اندر رکھ دیا جائے اور گرد و غبار کی تہہ کے اندر وہ چھپا رہے..؟

۱۰۔ اپنی کتاب عظیم تو نے ان کاموں کیلئے نہیں نازل فرمائی بلکہ یہ کتاب تو نے اس لئے نازل فرمائی تھی کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور یہ لوگوں کیلئے روشن چراغ بنے تو نے اس لئے نازل فرمایا تھا کہ یہ سارے عالم کیلئے ''بشیر و نذیر'' ہے۔

۱۱۔ یہ کتاب تو نے زندہ لوگوں کیلئے اتاری تھی مردوں کیلئے نہیں، تو نے اس لئے اتارا تھا کہ مسلمان اسکو

اپنے گھروں بازاروں اور مدرسوں میں اپنا نظام و دستور بنائیں۔

ہم نے اسے چھوڑ دیا اور زندگی کی راہ پر اسطرح چلے کہ قرآن کے مقاصد اور پروگرام ترک کرنے اور قرآن کے خلاف عملی بغاوت کے نتیجے میں ہم پستی اور بدبختی کے قعر ذلت میں گرتے ہی چلے گئے۔ ہم نے قرآن کا مفہوم اور اسکے مقاصد کو کچھ اتنے عجیب وغریب طریقے سے بدل ڈالا جسکی مثال پچھلی امتوں نے بھی آسمانی کتابوں کا انکار کیا لیکن ہم نے یہ بات کسی امت کی نہیں سنی کہ اس نے آسمانی کتاب کو مردوں کیلیئے پونجی بنایا ہو۔ چودہ صدیاں پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بشارت دی تھی۔

((تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ))

’’میں نے تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم انکو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت‘‘

○○○

## اقوال زریں

عامر (کلاس: قاری عبدالسلام سیاف)

- ✴ جو دکھ میں ساتھ نبھائے اصل دوست وہی ہے۔
- ✴ چھوٹی سی غلط فہمی دوستی کو دشمنی میں بدل دیتی ہے۔
- ✴ اے انسان! جو تیرا حصہ ہے تجھے مل کر ہی رہے گا لالچ نہ کیا کر۔
- ✴ ضعیف کمزور اور محنتی لوگوں کی قدر کرو۔
- ✴ اداس انسان کو سارا جہاں اداس دکھائی دیتا ہے۔

○○○

## ہنسی مذاق ضرور مگر

حمزہ آصف (کلاس: قاری احسان اللہ صاحب)

ہنسی مذاق جائز ہے مگر ایک حد کے اندر کیونکہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر ہوتی ہے۔ ہنسی مذاق کرتے

وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ جھوٹی باتیں کرکے لوگوں کو نہ ہنسایا جائے جیسا کہ بعض لوگ یکم اپریل کو اپریل فول مناتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ: ''تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولتے ہیں۔'

۲۔ ہنسی مذاق سے کسی کی تحقیر اور تذلیل نہ کی جائے یعنی کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے، اسکو ذلیل نہ کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ﴾

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے'' سورۃ الحجرات (۴۹/۱۱)

اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''وہ انسان سب سے برا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے''

۳۔ ہنسی مذاق میں کسی دوسرے کا سامان نہ غصب کیا جائے کیونکہ مال غصب کرنا ظلم ہے۔

۴۔ اس وقت مذاق نہ کرے جب سنجیدگی کا موقع ہو اور نہ اس جگہ پر ہنسے جہاں رونے کا مقام ہو۔

۵۔ ایسے مذاق سے پرہیز کیا جائے جس سے لوگوں کے درمیان اختلاف ہونے کا خدشہ ہو۔

۶۔ ہنسی مذاق حد کے اندر رہ کر ہونا چاہیے۔ ۷۔ ہنسی مذاق میں دوسروں کو ڈرانے دھمکانے سے اجتناب کیا جائے کیونکہ یہ کسی کیلئے جائز نہیں نیز کثرت سے نہ ہنسا کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

○○○

# اور ابو جہل بھاگ گیا

**حافظ فیصل انور ورپالوی (کلاس: قاری عتیق الرحمٰن صاحب)**

سیرت کا قاری چشم تصور سے پندرہ صدیاں پہلے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کو دیکھ رہا ہے جہاں قریش مکہ کی ایک ٹولی ابو جہل کے ارد گرد بیٹھی ہوئی ہے۔ سامنے ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ گھر ہے۔ اسلام بتدریج پھیلتا جا رہا ہے کافروں کی ساری کوششیں اور توانائیاں اس دعوت حق کو روکنے میں لگی ہوئی ہیں مگر حق کی آواز مسلسل گونج رہی ہے اور بلند سے بلند ہوتی جا رہی ہے۔ ابو جہل جو اس امت کا فرعون ہے۔ اسکا سب سے من بھاتا موضوع یہ ہے کہ مسلمانوں کو تکلیف واذیت کیسے پہنچائی جائے۔ اچانک اس نے پہلو بدلا، اسکے چہرے سے حسد، حقد اور عناد صاف ظاہر تھا اسنے رازداری

سے کہا:

اے قریش ! آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ محمد ﷺ ہمارے دین کی عیب چینی ہمارے آباء واجداد کی بدگوئی ہماری عقلوں کی تنقیص اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آرہا۔ اس لیے میں اللہ سے یہ عہد کررہا ہوں کہ میں ایک بہت بھاری اور مشکل سے اٹھایا جانے والا پتھر لاؤں گا اور جب یہ سجدہ کرئے گا تو اس بھاری پتھر سے اسکا سر کچل کر رکھ دوں گا۔ اب اس کے بعد تمہاری مرضی ہے کہ تم میری تائید کرو یا نہ کرو۔ مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دو یا میری حمایت میں اٹھ کھڑے ہو۔ بنوعبد مناف میرے ساتھ جو جی چاہے کریں اسکی مجھے کوئی پرواہ نہیں ۔ مجھے یہ کام ہر حال میں کرنا ہے حد ہوگئی ہے۔ اب اسکا خاتمہ ضروری ہے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اسکے مکروہ اور فاسد عزائم انکے دلوں کے بھی ترجمان تھے، انہوں نے تائید میں اپنے سر ہلائے اور کہا ابوالحکم بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم تمہیں بنوعبد مناف کے سپرد کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اگلے روز صبح کے وقت ابوجہل نے ایک بہت بڑا پتھر اٹھالیا اور بیت اللہ میں محمد ﷺ کا انتظار کرنے لگا۔ پتھروں کے پجاری صحن حرم میں جمع ہورہے تھے وہ بے چینی سے منتظر تھے کہ ابھی ایک بڑا اقدام ہونے والا ہے۔ ابوجہل اپنی بات کا بڑا پکا ہے وہ ضرور اپنے منصوبے پر عمل کریگا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ وہ روزانہ بیت اللہ میں تشریف لاتے بیت المقدس کی طرف منہ کرتے اور نماز پڑھتے ۔ درمیان میں انکے جدامجد ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ ہوتا جسکی تولیت صدیوں سے انکے خاندان کے سپرد تھی ۔ آج بھی آپ ﷺ حسب معمول تشریف لائے چہرے کا رخ بیت المقدس کیطرف کرلیا نماز کیلئے کھڑے ہوئے قیام کیا پھر رکوع چلے گئے، اب اپنے رب کے حضور سجدہ کررہے ہیں جو ہر مشکل اور پریشانی میں حامی وناصر ہے۔ ادھر وہ سجدے میں جاتے ہیں اُدھر ابوجہل اپنے ناپاک ارادے پر عمل کیلئے اپنی جگہ سے اٹھتا ہے اور بھاری پتھر اس نے اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے اور بہت سی نگاہیں ابوجہل کا تعاقب کررہی ہیں اب وہ آگے بڑھا اللہ کے رسول ﷺ کے قریب ہوا، پتھر مارنے کیلئے اپنے ہاتھ بلند کیے تو پتھر اسکے ناپاک ہاتھوں سے گر پڑا۔ اب وہ تھر تھر کانپنے لگا چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ شکست خوردہ حالت میں پیچھے ہٹا اور بھاگ

نکلا۔ قبیلے کے وہ لوگ جو تماشا دیکھنے کیلئے وقت سے پہلے ہی جمع ہو گے تھے نہایت تعجب سے ابو جہل کیطرف دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بے ساختہ پوچھا (مَالَكَ اَبِی الْحَكَمِ) ''ارے ابوالحکم تمہیں کیا ہوگیا'' اسکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور جسم بے چارگی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے زبان نے اسکا ساتھ دیا، اس نے رک رک کر کہنا شروع کیا، کل جس منصوبے کا میں نے اعلان کیا تھا، اس پر عمل درآمد کیلئے میں محمد ﷺ کی طرف بڑھا، جب میں انکے قریب ہوا تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان آگ کے شعلے اگلتی خندق دیکھی، بہت سی خوفناک چیزیں اور پَر مجھے نظر آئے، میں خوفزدہ ہو کر پیچھے کو بھاگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''وہ فرشتے تھے، اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اسکی بوٹی بوٹی نوچ لیتے۔'' صحیح مسلم (۲۷۹۷)

○○○

# انعامی کوئز

درجہ ذیل سوالات کے درست جوابات ارسال کرنے والوں کو مجلّہ المکرّم کی طرف سے دو بہترین کتب ارسال کی جائیں گیں، ایک سے زائد درست جوابات موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔ نیز اول، دوم، سوم تین کو انعام دیا جائے گا۔

**سوال**: بیت اللہ کو کعبہ کیوں کہتے ہیں، اور اس کے مزید چار نام ذکر کریں۔؟

**سوال**: بیت اللہ پر سب سے پہلے کس نے غلاف چڑھایا۔؟

**سوال**: نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں کتنے عمرے اور کتنے حج کیئے۔؟

**سوال**: تعمیر کعبہ کے وقت کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا تھا اس کو کیا کہتے ہیں اور ایسے کیوں ہوا؟

**سوال**: پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب..................... میں لکھتے ہیں...!؟ [مجلّہ سے ]

جواب ارسال کرنے کی آخری تاریخ یکم ذوالحجہ ہے. نیز صفحہ کی ایک جانب اپنا نام اور مکمل ڈاک ایڈریس لکھیں۔ جوابات ارسال کرنے کا پتہ: ''مجلّہ المکرّم'' جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ: hasalpuri@gmail.com